الحق یعلو ولا یعلیٰ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں عہد معدلت مہد بسعی کارپردازان ہمت رسالہ الموسوم

سنہ ۱۹۰۹ء

مشعل ہدایت

سنہ ۱۳۲۷ھ

من تصنیفات منشی سعید فاضل جلیل السید سجاد حسین صاحب مصنف رسالہ سجاد

نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپا

۱۹۵۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اما بعد حقیر پُرتقصیر سجاد حسین ابن خلد آشیان سید محمد حسین مرحوم متوطن بہڑہ سادات دقصبہ سادات باہو ضلع مظفرنگر عرض کرتا ہے کہ یہ ناچیز ماہ جنوری ۱۹۰۹ء بہ مقام شاہ آباد متعلق در امروہہ ریاست رامپور وارد ہوکر ایک ذی عزت صاحب کے مکان پر جوکہ ہمرکاب سعادت انتساب فرمانروائے رام پور خلد اللہ ملکہٗ مقام مذکورہ پر تشریف رکھتے تھے مقیم ہوا ایک روز موصوفُ القدر نے مکان کو تخلیہ کرکے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بمقتضائے انصاف دربارۂ تحقیق مذہب ہمکو پورا انہماک ہے۔ ہم نہ شیعہ کے طرفدار ہیں نہ سنیوں کے مددگار صرف امر حق کے جس سے مفاد آخرت ہو طلبگار رہیں۔ بعض باتوں کو ہم حضرات شیعہ کی مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض باتیں سنیوں کی ناپسند معلوم ہوتی ہیں مقدم الوصف نے اُن معاملات کو جوکہ اہل سنت کے اُنکو بُرے معلوم ہوتے ہیں بیان نفرمایا صرف وہی باتیں بطور سوالات ارشاد فرمائیں جوکہ اُن کے توسنِ خیال کو مذہب شیعہ کی طرف عنان توجہ پھرانے سے روکتی ہیں چونکہ میں حالت سفر میں ہوں اور اسجگہ کوئی ذخیرہ کتب وغیرہ کا نہیں ہے لہذا برسبیل استعجال جو کچھ ذہن ناقص میں آیا حوالہ قلم کیا گیا۔ خدا سے امید رکھتا ہوں کہ ذی فہم سائل بعد ملاحظہ جواب رہرو مسلک صحیح ہو جائینگے چونکہ حضرت ممدوح نے بعض مصالح دنیاوی سے

اپنے نام کا اظہار نامناسب سمجھ کر مجھکو حکم بہ پردہ داری فرمایا لہذا اُس کے ظاہر کرنے پر معذور ہوں بہ نظر شان کلام و منشاء مضامین ان اوراق کا نام **مشعل ہدایت** معروف بہ جواب رامپوری رکھا گیا۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبنا

فردِ سوالات جو کہ پیش کئے گئے تھے

(۱) جناب سرور کونین ﷺ نے حضرات خلفاء ثلثہ کے اُن حالات کو جو کہ بزعم شیعہ اُن سے خلاف مرضی خدا و رسول ﷺ وقوع میں لانے علی الاعلان کیوں نہ بیان فرمایا تاکہ خلایق معلوم کر کے دھوکے میں نہ پڑتی اور اسلام ویسے مخالفت سے محفوظ رہتا اگر بقول شیعہ ثلاثہ بدراہ کنندہ خلایق تھے اور نبی بعلم نبوت آگاہ تھے اور پھر خاموشی اختیار کی تو معلوم ہوا کہ ان تمام مفاسد کی بنیاد حسب عقیدہ شیعہ فعل نبی سے قایم ہوئی۔

(۲) ہرگاہ بروئے مذہب شیعہ امامت داخل اصول ہے اور مثل وحدانیت و نبوت اُس پر اعتقاد کرنا لازمی اور ضروری ہے اور بصورت انکار امامت خارج از دائرہ مومنیت ہونا پڑتا ہے تو ایسی لابدی چیز کا قرآن میں کیوں نہ ذکر ہوا۔ اگر بہ عنوان واضح امامت مندرج قرآن ہوتی تو یہ اختلاف امت جو کہ منجر بہ مفاسد گوناگوں ہو رہا ہے نہ ہوتا۔

(۳) آنحضرت ﷺ نے جناب امیر کو بہ الفاظ ظاہر اپنے بعد خلیفہ کیوں نہ بتلایا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ لوگ تمردی سے انکی خلافت کو تسلیم نہ کریں گے اگر حضرت صاف لفظوں میں کہہ جاتے تو منکر خلافت بلافصل کے نابکار سمجھنے میں کوئی واہمہ نہ رہتا۔

(۴) جبکہ بقول شیعہ خلفاء ثلثہ بدراہ کنندہ خلایق تھے تو آنحضرت ﷺ نے انکو اپنے پاس سے علیحدہ کیوں نہ کیا اور ایسے لوگوں سے رشتہ و قرابت کا سلسلہ کیوں ڈالا جس پر گہری نظر ڈالنے سے سخت پیچیدگی لاحق ہوتی ہے اور بضرور حضرات ثلثہ کے ذی حق اور صاحب مرتبہ ہونیکا یقین پیدا ہوتا ہے

(۵) جبکہ ازواج رسول اکرم اُمّ المومنین بحکم قرآن ہیں تو باین لحاظ وہ جناب سیّدہ و حسنین کی بھی

بایئیں ہوئیں اندریں صورت اُن کی عذمت میں یہ گستاخی کیوں کی جاتی ہے جو شیعہ کرتے ہیں

(۶) ہرگاہ حضرت امیر علیہ السلام شیخین کرام کو متصرف امر ناجائز جانتے ہیں تو اُن کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی جس سے اسلام میں اشتباہ عظیم پیدا ہوگیا۔

(۷) بوقت مشورہ طلبی حضرت علیؑ نے خلفاء کو ایسی کیوں رائے دی کہ جس سے اُن کو امر مشورہ طلب میں کامیابی ہوئی اگر حسب اعتقاد شیعہ حضرت امیرؑ اُن کو متصرف امر جائز جانتے تھے تو ایسی کچھ رائے دیتے کہ جس سے اقتدار خلافت برباد ہو جاتا۔

(۸) حضرت علیؑ نے بزور ذوالفقار ثلاثہ کا قلع قمع کیوں نہ کر دیا اگر یہ لوگ ہلاک ہو جاتے تو دنیا مفاسد سے پاک ہو جاتی اور کوئی فتنہ باقی نہ رہتا۔ حضرت علیؑ کی خاموشی سے واضح ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مفسدوں کی بیخ کنی میں غفلت کی

تنبیہہ

سوالات ہشتگانہ مندرجہ بالا کی جو عبارت ہے یہ سائل صاحب کی نہیں بلکہ اُن کے بیان کو حقیر نے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ بعد تہذیب کلام ممدوح الوصف کو دکھلا کر عرض کیا کہ دیکھیئے آپ کے بیان کو کس عنوان شایستہ سے مرتب کیا گیا ہے موصوف الصدر نے بعد ملاحظہ عنایت انصاف سے فرمایا کہ ہم اس طرح لکھنے یا بیان کرنے پر قادر نہ تھے جس طرح ہمارے منشاد کو قید قلم میں لایا گیا ہے۔ دیگر اہل انصاف معائنہ فرما کر خود فیصلہ کرلیں گے کہ اُن کی جانب سے کس نقص طلبی کے ساتھ سوالات قایم کیئے گئے ہیں۔ غالباً اگر کوئی مضمون نگار سنی بھی لکھنا چاہے گا تو شاید اس سے واضح اور بہتر نہ لکھ سکیگا۔

بہ نظر آگاہی عامۃ الناس میں وہ الفاظ بجنسہ نقل کیئے دیتا ہوں جو کہ قابل سائل کی زبان دُر فشاں سے برآمد ہوئے تھے اور میں نے اُنکو درست کر کے اُن کی جانب سے لکھا ہے دیکھنے والے میری ایمانداری کا اندازہ فرمائیں گے۔ کہ اصل اور کچھ کچھ لفظوں کو کس عنوان شائستہ سے بنایا ہے۔

عبارت سوال اوّل بیان کردہ سائل

(۱) رسول پاک نے ثلاثہ کی اصلی حالت کیوں نہ بیان فرمائی

(۲) کیوں قرآن شریف میں اصل خاص کو باوجود اس شدومد ہونے کے خداوند عالم نے مثل اصول اربعہ ظاہر نہیں فرمایا

(۳) رسول اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود برباد کرنے دین کے کیوں نہ ظاہراً علی مرتضیٰ کو الفاظ ظاہر اور واضح سے اپنا خلیفہ بنایا اور اسکو ظاہر نہیں کیا کہ بعد میرے علیؑ کو خلیفہ ہونے دیں گے اور ان کا حق غصب کریں گے۔

(۴) باوجود اس حالت کے کیوں اُنکو اپنے پاس رکھا اور کیوں اون سے رشتہ داریاں کیں

(۵) جب رسول اکرم کی ازواج تمام مومنین کی مائیں ہیں اسیطرح حضرت فاطمہ حضرت علی کی مومیں اُن کی نسبت ایسے الفاظ کیوں بولے جاتے ہیں۔

(۶) حضرت علی نے خلیفوں کو اچھی باتیں کیوں بتائیں۔

(۷) ایسے بُرے آدمیوں کی بیعت کیوں کی

(۸) وہ تو بہادر تھے اگر اُن کا حق لیا گیا تھا تو لڑے کیوں نہیں تھے۔

قبل ازیں کہ مخاطب ذی عزت کے سوالات کا جواب دیا جائے بنظر آگاہی عامۃ الناس کچھ حال عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ حضرات سنّی و شیعہ میں قدیم الایام در بارۂ حضرات ثلاثہ کرامہم گفتگو عظیم چلی آتی ہے۔ بدانست حقیر کوئی امر ایسا نہیں ہے جو کہ منجانب اُمتیہ پیش ہو کر محتاج جواب رہا ہو مگر افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت اُن کتابوں کو جو کہ شیعہ نے اُن کی کُتب کے رد و ابطال میں حوالۂ قلم فرمائی ہیں ملاحظہ نہیں فرماتے۔ بار بار برنگ تازہ اُنہیں مطالب مردودہ و مفقودہ کو پیش فرما کر طالب جواب ہوتے ہیں۔ تحفہ اثنا عشری مولفہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی ہندوستانی سنیہ کی نگاہ میں ایسا عظیم القدر ہے کہ ہر شخص اسکے مولفکو رحمۃ اللہ علیہ کہکر مضامین مندرجہ تحفہ کو انتہا کا قابل وثوق و باعتبار سمجھ کر قطعاً بیخ کن شیعہ جانتا ہے۔ علی ہذا

منتہی الکلام و آیات بینات و ہدیۃ الشیعہ و نصیحۃ الشیعہ وغیرہا کو معتمد جانکر یوں انانیت بجا کر کے
خود غرہ گماں ہے کہ ہمارے مذہب کے علمار نے بہ مقابلہ شیعہ ایسی ایسی کتابیں لکھی ہیں کہ جن کے
مثل کیا ممکن ہونا محال ہے حقیر نے رسالہ تصویر غالب و مغلوب مؤلفہ خود میں اُن جوابوں کے نام
جو کہ برد تحفہ وغیرہ لکھے گئے ہیں بہ صراحت تمام لکھدئے ہیں بلکہ جناب مستطاب عالی القاب
السید محمدی حسین صاحب رئیس لگرولی واقعہ سادات بابرہ ضلع مظفر نگر نے اُسی رسالہ پر اعلان
کر دیا ہے کہ جو صاحب علمائے سنیہ سے عدم جوابدہی اجوبہ تحفہ وغیرہ کا بار گراں اپنے سر سے
اُٹھائیں گے مبلغ پچیس ہزار روپیہ انعام پائیں گے مگر افسوس ہے کہ آجتک باوصف وعدہ انعام
کثیر کسی عالم اہل سنت کو جوش سنیت نہ آیا۔ اہل عقل غور فرمائیں کہ حضرات سنت و جماعت بہر طاقت
ہیں باعتبار کثرت و جمعیت شیعہ سے فرسخوں بلکہ منزلوں بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر تاحال باہم کد و
کوشش ممکن نہوا کہ یہ بوجھ گراں ہٹا دیتے۔ ہر عاقل یہ بات دیکھ کر انصاف کرسکتا ہے کہ جب سنی
صاحب اپنی کتابوں کے رد کا جواب الجواب نہیں لکھ سکتے تو وہ کیا اقتدار رکھتے ہیں یہ زمانہ
سنیوں کے لئے کسی طرح اجازت نہیں دیتا کہ شیعہ کے سامنے منہ اٹھا کر درباب مذہب کوئی گفتگو
کریں نہ یہ کہ انہیں مضامین کو جو کہ صدہا مرتبہ زیر بحث آکر درج کتب ہوچکے ہیں۔ بزنگ تازہ
الفاظ متنوعہ بیان فرماکر بہ نظر جہلاء باین عنوان اپنا اقتدار دکھلائیں کہ اس مسئلہ کی بابت
پہلے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ ذی عزت مخاطب نے جو سوالات کئے ہیں وہ کوئی نئے نہیں ہیں
بلکہ وہ ہی قدیمی توہمات ہیں جو کہ منجانب سنیہ کتب مباحثہ میں پیش ہوکر بکرات و مرات
دفتر شیعہ سے عزت جواب پاچکے ہیں۔ ممکن تھا کہ میں تحریر جواب کی زحمت نہ اٹھاتا صرف
یہ لکھدیتا کہ اس سوال کا جواب فلاں جگہ ہے اور اسکا وہاں۔ مگر چونکہ اپنے ذی عزت و محترم
مخاطب کا مجھکو پاس خاطر از بس ہے۔ لہذا ہر سوال کا جواب انشاء اللہ ایسے واضح طریقہ سے
پیش کرتا ہوں کہ جناب سائل کا قلب انصاف پسند میری تحریر کی صداقت کے لئے آمادہ ہوجائے
اور عجب نہیں کہ انکو باغیچہ مذہب شیعہ کی سیر و گشت کے لئے دامن کشاں لے آئے۔

سوال اوّل

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے حضرات ثلاثہ کے اُن حالات کو جو کہ بزعم شیعہ اُن سے خلاف مرضی خدا ورسول روئے ظہور لانے والے تھے علی الاعلان کیوں نہ بیان فرما دیا تاکہ خلایق معلوم کرکے دھوکہ میں نہ پڑتے اور اسلام وبائے مخالفت سے محفوظ رہتا اگر بقول شیعہ صحابۂ ثلاثہ بدراہ کنندۂ خلایق تھے اور نبی بعلم نبوت اُس سے آگاہ تھے اور باایں ہمہ خاموشی اختیار کی تو معلوم ہوا کہ ان تمام مفاسد کی بنیاد حسب عقیدہ شیعہ فعل نبی سے قایم ہوئی

جواب سوال اوّل

تمام تقریر مخاطب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ثلاثہ فی الواقع بہ لباس مسلمانی بیخ اسلام کے اکھاڑنے والے تھے تو نبی کسی منادی بلند آواز سے بہ آواز دہل اُنکو مشتہر کرا دیتے تاکہ تمام لوگ مطلع ہو کر اُنسے تنفر اختیار کرتے اور دربارۂ ثلاثہ نبی کا صریح حکم دیکھ کر اُن کو خلیفۂ حق نہ جانتے مخاطب ماشاء اللہ اہل فضل وکمال وارباب دانش وفطانت سے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اسی وقت قابل یقین سمجھتے ہیں جبکہ اُن کے سامنے بصورت بشر کھڑی ہو جائے نظر آئے اُن سے ملتمس ہوں کہ خدائے علیم نے باوصف علم ودانائی یہ کیا فعل روئے ظہور لایا کہ اپنی ذات اقدس کو ایسا چھپایا کہ آج تک کسی نے سوائے اتے پتے کے دوربین سے بھی نشان نہ پایا۔ حسب مذاق حضرت مخاطب لازم تھا کہ تمام سطح ارضی پر کم از کم سو پچاس برس میں ایک مرتبہ ضرور دورہ کر لیا کرتا تاکہ خلایق جان لیتی کہ خدا اپنی رعایا کی بہت بیداری سے نگرانی فرماتا ہے۔ دو چار کو اعمال بد کی سزا میں دنیا میں اُلٹا لٹک جاتے اسیطرح نیکوکاروں کو بصلۂ اطاعت جزا دیدی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ خلقت گناہ سے پرہیز اور اعمال حسنہ سے مذاق دل آویز پیدا کرتی یہ بے تعداد آدمی جو آج صفحۂ دنیا پر وجود باری سے منکر ہو کر ہر دم وہر لحظہ بدکیشی ہو رہے ہیں کیوں ہوتے۔ اہل اسلام سیاست ظاہری سے مطمئن ہو کر جوش سیہ کاری میں شبانہ روز شاغل وشامل ہیں ہرگز نہ ہوتے۔ نعمات جنت وعقوبات دوزخ کا معائنہ کرا دیا جاتا تاکہ خلقت خائف ہو کر عبادات وحسنات کی

دلچسپی پیدا کرتے اسوقت ہر اُس شخص کے دل میں جسکو بظاہر خوش عمل کہا جاتا ہے۔ اگر واقعاً دیکھا جاتا ہے تو قہار و جبار کی اتنی ہیبت بھی نہیں جتنی بعض موقعہ پر گانوں کے چوکیدار یا پولیس کے کانسٹبل کی ہوا کرتی ہے۔ شیطان کو جس سے سوائے ضلالت اور تمرد اور کوئی فائدہ نہیں ہوا کیوں پیدا کیا۔ اگر بغرض امتحان خلایق اُسکا پیدا کرنا اور ہمیشہ کے لئے باقی رکھنا مقصود باری تھا تو چشم خلایق سے کس لئے اس طرح پوشیدہ کیا کہ بہکنے والے بہکانے والے کو ہرگز نہ دیکھ سکیں۔ اگر ابلیس بہ تلبیس ظاہر ہوکر تحریک بہ معصیت کرتا تو لوگ اُس سے تنفر کرکے دام تزویر میں نہ پھنستے۔ جبرئیل علیہ السلام کو بلباس ملکوتی ظاہر بہ ظاہر اگر آنحضرت کے پاس بھیجدیا جاتا تو بعض مسلمانوں (سر سید احمد خاں اور اُن کے مقلدین) کو وجود جبرئیل اور طریق وصول وحی میں تذبذب یا انکار نہ ہوتا۔ قرآن میں جس جس جگہ مومن و منافق کا ذکر آیا ہے وہاں اُن کے نام بتلادئے جاتے سورۂ توبہ میں جنگ حنین سے بھاگ گئے اُنکو جو مختصر جملہ (ثم ولیتم مدبرین) یعنی اے اصحاب جو معلوم ہوگئے تم دُبر دکھانے والے بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اگر اُن کے اسمائے گرامی کی فہرست بھی شایع ہوجاتی تو مابین اسلام مفردین کی جانچ کے جو جھگڑے ہو رہے ہیں یہ نہ ہوتے۔ بالاتفاق فریقین اسلام میں پہلا تنازعہ خلافت پر پیش ہوکر منجر بہ جدال و قتال ہوا ہے۔ چونکہ بقول سُنیہ خدا و رسول نے اسکا انتظام نہیں کیا اور امت کی رائے پر محوّل کردیا۔ کاش بارگاہ خداوندی و نبوی سے اسکا اظہار ہوجاتا تو کتنا اچھا تھا۔ ذی عزت مخاطب صرف اس امر سے کہ نبی نے ثلاثہ کا کچہ چٹھہ کیوں نہ کھول دیا مغموم و مشوش ہیں نہ معلوم یہ چند مختصر باتیں جو بطور نمونہ یکے از ہزار و قدرے از بسیار دکھلائی گئی ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرماکر قابل قدر مخاطب کی کیا حالت ہوگی قبل ازیں کہ معاملات بالائے غور و تفکر میں سائل باتمیز دماغ مبارک پر زور ڈالیں توضیحاً عرض کیا جاتا ہے کہ یہ انتظام قدرت اور مقتضائے مصلحت حضرت عزت ہے کہ بعض موقع پر کسی بات کو باعلان بیان کیا جاتا ہے اور بعض جگہ نشانیوں سے بتلایا جاتا ہے۔ خدا کو اہل بصیرت نے آثار و علامات و شواہد عقلیہ سے شناخت کیا ہے باوصف اختفا حجاب باری نے اپنی وجوب الوجود

و مالک کل ہونے پر ایسی براہین روشن و دلائل واضحہ دکھلائیں جن سے ہر اہل عقل کو وجود
ایزدی کا مجبوراً اقرار کرنا پڑتا ہے - علیٰ ہذا اپنے مقدس کلام میں ہمکو منافقین کا پورا پتہ
بتلا دیا اور اُنکا عنوان یہ قایم فرمایا کہ جسنے بعد اظہار ایمان و تسلیم اسلام موت میں شک کیا
جہاد سے روگرداں بلکہ گریزاں ہوا کسی کو مارا نہ مرا نہ مار کھائی - نبی کے کہنے کو نمانا اس کے
احکام کو معطل کیا - رسول کے طرز عمل پر معترض ہوا - گستاخانہ کلمات اُس کے سامنے کہہ کر
بلند آواز باں کرکے رنجیدہ طبیعت ہوا وہ اعلیٰ درجہ کا منافق سمجھا اور جو اس کے خلاف ہے
وہ مومن پاک - اگر حضرت مخاطب ان تمام باتوں کو صرف خیالی اور نا زیبا بتلائیں گے اور
اسی پر اڑے رہیں گے کہ پورے طور پر خلایق کو درجہ یقین جب ہی حاصل ہوتا جبکہ خدا علیٰ
رؤس الاشہاد ظاہر ہوکر ہر ایک کو علانیہ عمل میں لاتا تو عجب نہیں کہ علمائے اسلام کو جاودانہا
عقیدہ اُن کے لئے کچھ تجویز کرنا پڑے - بعد ختم تمہید امر مابہ النزاع کی نسبت عرض کرتا ہوں
اُسکو ملاحظہ فرماکر سوائے ذی علم مخاطب کے دیگر مشکوک لوگوں کے شکوک بھی رفع ہوکر درجہ یقین
حاصل کریں گے قرآن پاک میں منافقین و مرتابین کا جو ذکر ہوا ہے اُن کو آنحضرت نے علاموں
سے بھی بتلایا بلکہ اس سے ترقی کرکے اُن کے نام اپنے صحابہ مخصوصین پر ظاہر کئے اور بحکم الکنایۃ
ابلغ من التصریح سے اُن لوگوں کو بھی آگاہ کردیا کہ تم دین سے برگشتہ ہوجاؤ گے اور بعد میرے
ایسے اعمال قبیحہ کے مرتکب ہوگے جو کہ سعادت آخرت سے تمکو محروم کرنے والے ہوں گے - ان
معاملات کے متعلق میں آیات قرآن و احادیث نبوی سے بہت کچھ مضامین حضرت مخاطب
کو دکھلا سکتا ہوں مگر چونکہ ماشاء اللہ وہ ذی فہم اور حق آگاہ ہیں - لہذا اختصار سے کام
لیتا ہوں حضرات شیخین کے ثبوت نفاق میں تو ممدوح الوصف رسالہ سجادیہ مولفہ حقیر کو
ملاحظہ فرمائیں اگر فرصت رکھتے ہیں تو خود دیکھ لیں ورنہ علمائے عصر سے اُسکو پڑھوا کر سنیں بجوت
دیگر یقین کامل فرمائیں کہ حضرات شیخین اُن منافقین کے سردار تھے جن کا ذکر قرآن میں درج
ہوا ہے - شاید حضرت مخاطب یا اُن کے ہم خیال یہ تصور فرمائیں کہ اپنے ایک رسالہ پر

پر حوالہ دستے کرے رات عاشقاں بر شاخ آہو - کی مثال کا مصداق بنایا ہے - لہذا سوائے مطالب
مندرجہ رسالہ ہٰذا آیات دیگر آیات واحادیث سے دکھائے دیتا ہوں کہ خدا ونبی نے اکثر
صحابہ وخصوص ثلاثہ کو منافق اور بے راہ کنندہ از دین حق فرمایا ہے اول آیہ قرآن و
ازاں بعد حدیث غدیر وپس ازاں اقوال علماء سنیہ حوالہ قلم کروں گا۔

آیہ قرآن متضمن مثالب ومعائب ثلاثہ مندرجہ سورۂ آل عمران

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین ولقد
کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم تنظرون۔
وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ
اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین

ترجمہ یہ وہ ترجمہ ہے جو کہ زمانہ حال میں حسب محاورہ مولوی
نذیر احمد صاحب دہلوی نے کیا ہے۔

کیا تم اس خیال میں ہو کہ تم جنت میں جا داخل ہو گے - حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو یہ جانچا کہ
تم میں سے کون جہاد کرنے والا ہے اور نہ یہ جانچا ہے کہ کون ثابت قدم رہا اور تم موت کے آنے
سے پہلے خدا کی راہ میں مرنے کی آرزوئیں کیا کرتے تھے - سو اب تم نے اسکو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا
اور پھر لڑنے سے کیوں جی چراتے ہو اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے
پہلے اور بھی رسول ہو گذرے ہیں اگر محمد اپنی موت سے مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم الٹے
کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور جو لوگ - اسلام کی نعمت کا
شکر کرتے ہیں انکو خدا عنقریب جزائے خیر دے گا بے حکم خدا مر نہیں سکتا - ہر ایک کی موت کا وقت
مقرر لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا میں اپنے کئے کا بدلہ چاہتا ہے اسکا بدلہ ہم یہیں دینگے اور جو آخرت
میں بدلا چاہتا ہے اسکو وہیں دیں گے اور جو لوگ شکر کرتے ہیں ہم عنقریب انکو جزائے خیر دینگے
نتیجہ اور خلاصہ مطلب اس آیہ کا یہ ہے کہ اے اصحاب محمد کیا ابھی سے تم نے بہشت میں جانے کے

لئے مگر پس اسوقت تک باعتبار ظاہر تمکو بھی یہ معلوم ہوا کہ تم میں کون میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ہے اور کون صف حرب سے گریزپا ہونے والا ہے اس آیہ وافی ہدایہ میں وہ لوگ مخاطب نہیں ہیں جو کہ جان توڑ کر لڑتے تھے خود بھی زخم کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی زخمی کرتے یا جان سے مار ڈالتے تھے اگر یہ خطاب اُن جلیلے پُرزے بہادران اسلام سے سمجھا جائے تو خدائے عادل کی بڑی ناانصافی ثابت ہوتی ہے کہ نمودار اور قابل کار لوگوں کو بجائے تعریف کے دھمکاتا اور تنبیہ کرتا ہے۔ بلکہ یہ زجر و انتباہ اُن لوگوں کے لئے ہے کہ جو بلا تلوار چلائے بہشت کو اپنی جاگیر جانتے تھے۔ دیکھو خدا نے صاف صاف فرمادیا کہ اے مسلمانو پہلے نصرت اسلام کر کے جنگی تمغہ زیب گلو کرو پھر ہماری درگاہ سے ہر طرح کی امید بہبودی رکھو۔ اگر جہاد میں جانفشانی نہ کروگے تو ہمارے حضور سے آخرت میں کوئی حصہ نہ پاؤ گے یہ آیہ مبارکہ مدنی ہے اسوقت حضرات ثلاثہ ہجرت و سبقت اسلام وغیرہ جمیع عزتوں سے بہرہ ور ہو چکے تھے حضرت صدیق یار غار کی معزز صفت سے موصوف ہو چکے تھے۔ پس ایسے لوگوں کی نسبت خدا کا یہ فرمانا کہ ابھی تک نصرت اسلام میں تمہاری ثابت قدمی و جان سپاری ہمارے نزدیک قابل اطمینان نہیں صاف اسبات کا پتہ دینے والا ہے کہ صرف ہجرت و سبقت بہ اسلام و غارنشینی کافی نہیں سمجھی گئی جملہ معاملات کا محض لوجہ اللہ ہونا اسوقت تصور کیا جائے گا جبکہ جہاد کا سارٹیفکٹ دفتر خداوندی سے مل جائے۔ ذی علم سائل اس علامت آخر کی جانچ کے لئے اپنی مذہبی کتابیں کھول کر دیکھیں حضرات ثلثہ کو جہاد کی اس صفت سے جس میں خدا نے (جاھدوا بانفسھم) کی شرط لگائی ہے یہ مراحل دور پائیں گے صرف لا الہ الا اللہ کہکر بوریا بندھنا بغل میں دبا کے مکہ سے ہجرت کرنا۔ غار میں حزن و بیقراری فرمانا نبی کے محل میں لڑکیاں بھیجنا خدا کے نزدیک کچھ کارآمد نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ میدان جنگ میں چلتی ہوئی کے سامنے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا جائے۔ تکمیل ایمان کے لئے جمیع شرائط اسلام کا پورے طور پر بجالانا ازبس ضروری سمجھا گیا ہے۔ جہاد نفس سے بالاتر کوئی علامت ایمان صحیح کے لئے قائم

نہ ہوسکتی تھی۔ اسی واسطے خدا نے اسکو متمم ایمان قرار دیا ہے۔ دیکھو اگر زید کسی گورنمنٹ کی رعایا
بنکر مدام اظہار وفاداری کرتا رہے اور جس وقت کہ سلطنت کا مقابلہ غنیم سے ہو زید مذکور جنگ کرنے
اور حرب گاہ میں ثابت رہنے سے گریز کرے تو کہا جائے گا کہ وہ اہل غدر و خیانت سے ہے اور کبھی
ان صلہ و عطایا کا مستحق نہیں ہو سکتا جو کہ فاتح سپاہیوں کو خزانہ شاہی سے تقسیم ہوں گے۔ بلکہ
اُسکا نام کاٹ دیا جائے گا اور گھوڑا اور وردی سب ضبط کر لی جائے گی علی ہذا تا وقتیکہ حضرات
اہل سنت جناب ثلاثہ کرام کا لڑائیوں میں جان لڑا نا دکھلائیں گے کبھی کوئی انعام نہ پائیں گے
تمام غزوات و سرایا کی کیفیت کتب تواریخ میں موجود ہے اکثر مجاہدین کے مقتولوں کا نام لکھا
ہے اور جن بزرگواروں نے زخم کھائے ہیں اُن کی بھی صراحت کی گئی ہے۔ مگر یہ حضرات نہ کبھی کسی
جنگ میں زخمی ہوئے اور نہ کسی کو مارا۔ البتہ اُن کے موالی و معتقدین کہ سکتے ہیں کہ ہر شخص کا زخم
کھانا ضروریات سے ہے۔ نہیں چونکہ یہ اعلیٰ درجہ کے خوش مشق و تیز دست و چلت پھرت والے
تھے۔ لہٰذا دشمن کی زد سے اپنے آپ کو بچاتے رہے میں اسکو تسلیم کرکے عرض کرتا ہوں کہ جو لوگ چستی
و چالاکی سے دشمنوں کے حربے رد کرتے ہیں وہ دوسروں کو ضرور صدمہ پہنچاتے ہیں۔ تواریخ کے
معائنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان صاحبوں کی تلواریں کبھی غلاف سے باہر نہیں ہوئیں۔ واللہ میں نے
کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ بعد سرور کائنات یا اپنے اپنے زمانہ خلافت میں ان کی سروہی نے
کسی کافر کے جسم سے اتنا خون بھی نکالا ہو جتنا کھٹمل یا پسو چوس لیتا ہے۔ ہاں ہمیں شک نہیں کہ
آوردگاہ سے جان سلامت لے کر بہت تیز قدمی سے چلا آنا گویا ان کی خصوصیات سے تھا
نہایت تعجب ہے کہ شخص بہادر سپاہی سے کہ شریک جنگ ہو کر نہ مارے اور نہ مرے اور پھر امیدوار
تمغہ ہو۔ ناظرین اس موقع سے سرسری نہ گذریں بلکہ کچھ رک کر نظر ڈالیں اور دل میں غور کریں کہ
جن لوگوں نے خدمت اسلام بالکل نہیں کی جہاد میں جسکو خدا نے معیار اسلام تجویز فرمایا ہے ثابت
قدم نہیں رہے۔ وہ کیونکر جنت النعیم کے کسی گوشہ میں بستر لگا سکتے ہیں۔ دیکھو آیہ ام حسبتم
موصوفہ بالا کا ترجمہ۔ ابھی تک تمہارا ثابت قدم رہنا درجہ ثبوت کو نہیں پہنچا واضح ہو کہ یہ

آیت بعد جنگ بدر نازل ہوئی ہے اس کے بعد بڑے بڑے معرکہ مثل خندق وصلح حدیبیہ
وجنگ احد وخیبر وحنین وسرایا وغیرہ واقع ہوئے ہیں تمام حروب کا جنگی نقشہ دیکھ کر
انصاف فرمانا چاہیے کہ حضرات ثلثہ نے اُن مواقع پر کیا داد جوانمردی دی اور اسلام کی
کس اسلوبی سے اعانت فرمائی بروز محاصرہ خندق عمر ابن عبدود کی پُرصولت وہیبت ناک آمد
دیکھ کر آنحضرت سے جناب عمر نے جنکو انتہا کا دلاور اور جرنیل کہا جاتا ہے ۔ عرض کیا کہ حضور آپ
کے لشکر کے یہ ناتوان وفاقہ کش سپاہی اس سے نہیں لڑسکتے یہ آدمی نہیں دیوزاد ہے
ایک مرتبہ ایام جاہلیت میں ہم مال تجارت لئے جاتے تھے ۔ راہ کو قافلہ پر ڈاکہ پڑا اتفاقاً سے
یہ پہلوان ہمارا رفیق راہ تھا ۔ ایکدم میں سبکو بھگا دیا اونٹ کی ٹانگ پکڑ کر چوروں پر اس
طرح پھینکتا تھا کہ جیسے سنگ فلاخن پھینکا کرتے ہیں ۔ عمر جیسے بہادر آدمی سے یہ مفطربانہ
تاریخی واقعہ سنکر ننگا دبلیا لوگوں کے جوتے ڈھیلے ہوگئے پیٹ کی انتڑیاں غل غل و
غل غل کرنے لگیں ۔ رسول پاک یہ تحیر عمر صاحب کی طرف نگراں تھے کہ پریٹ پر کھڑے ہوئے
کس اداسے فوج کا دل بڑھا رہے ہیں عام قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر اُن تو رانہ نقاط
کا استعمال کرتے ہیں کہ جن سے مُردے میں جان آجائے نہ یہ کہ جیتا جاگتا مرجائے حضرت عمر بھی
عجیب خوش مزاج تھے نہ خود لڑتے رہتے نہ لڑنے والوں کے دل بڑھاتے تھے ۔ بلکہ سپاہ کی
طبیعت مضمحل کردیتے تھے ۔ خوب ہوا ہتی نے کبھی انکو کمان افسر نہ بنایا ورنہ معلوم نہیں کیا گل کھلاتے
اگر حضرت امیر اُسوقت آمادہ جنگ ہوکر اُسکو قتل نہ کرڈالتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت عمر فوراً کمر
ابن عبدود سے باندھے جاتے اور اسلام پیر پھیلا کر خندق میں گہری نیند سوتا ۔ ذی علم مخاطب
غور فرمائیں کہ جناب عمر کی یہ پرانی خبر اسلام کو کس حد تک ضرر رساں تھی صلح حدیبیہ میں جوش اسلام
اسلام سے ایسے خود رفتہ ہوئے کہ نبی کی نبوت سے استعفا دے بیٹھے ۔ سبحان اللہ سچے دل سے
ایمان لانے والے ایسے ہی حضرات ہوتے ہیں جنکو آنحضرت کے نبی برحق ہونے میں تذبذب و تشکیک
پیدا ہو جائے ۔ کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ سے حضرت عمر ایسے ناراض ہوئے

کہ نبی کی نبوت میں شک کر بیٹھے اور نہایت غیظ وغضب فرمایا ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ یعنی جب سے میں ایمان لایا ہوں کبھی ایسا شک نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا اس طرز کلام سے واضح ہو گیا کہ جناب دوم شکوک ومذبذب ہمیشہ رہتے تھے مگر آج کا شک بہ نسبت اور دنوں کے کچھ ایسا بڑھ گیا تھا کہ اس کے پوشیدہ کرنے پر قادر نہوئے بید ھڑک ہو کر کہہ اٹھے جناب عمر کا شک چونکہ اُن کے اسلام کی عزت کا بڑھانے والا ہے لہذا حضرات اہلسنت کو بڑی فکر ہوئی کہ اتنا لمبا چوڑا خلیفہ عدو د اسلام سے نکالا جاتا ہے اگر خلیفوں میں سے یہ ایک بلند قامت علیحدہ ہو گیا تو بڑی خرابی لازم آئے گی لہذا امام عینی شارح بخاری نے زچ ہو کر لکھدیا کہ احتمل کان مولفتہ القلوب الی الآن یعنی عمر صاحب کا نبوت میں اظہار شک فرمانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اسوقت تک اسلام میں پختہ نہ تھے بلکہ بذیل مولفتہ القلوب اُن کا شمار تھا۔ بحث اللہ کو سالہا پیر شد و گاہ نہ شد۔ حضرت عمر کی تمام عمر گذر گئی مگر پکے مسلمان نہوئے۔ اگر علمائے اہل سنت ہمکو اس تاریخ سعید سے اطلاع دینگے جس میں اہل تالیف کی جماعت چھوڑ کر عمر صاحب پکے اور سچے مسلمان بنے تھے تو شکریہ ادا کیا جائیگا۔ قبل از حدیبیہ زیر درخت ببول بیعت رضوان ہوئے تھے جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہوا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الی آخرہ چونکہ اس آیت میں خدا نے اپنی رضامندی متعلق بہ مومنین کی ہے اور حضرت عمر اسوقت تک بوجہ خامکاری بذیل مولفتہ القلوب معدود تھے لہذا وہ آیہ رضوان کے حکم سے نکل گئے۔ سنی صاحب جو بعد طلاق آیہ موصوفہ بالا ابن خطاب عمر کو اعلیٰ درجہ کا حصہ دار جانتے ہیں وہ امام عینی کی تحریر کو عینک لگا کر دیکھیں سوائے ازیں کتاب کلمۃ التقوی مولفہ جناب مولوی رافت علیصاحب سنی المذہب امروہوی کے صفحہ ۳۲ سطر ۹ پر لکھا ہے کہ بخاری کتاب میں جو وارد ہوا ہے (ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ ترجمہ - یعنی حضرت عمر نے فرمایا کہ جیسا شک مجھکو آج محمد کی نبوت میں ہوا کبھی نہوا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا نفس مضطر ہو گیا تھا۔ بعد ملاحظہ واقعات صدر جناب مخاطب قرآن سے درباب فاروق فلاح کی نسبت انشاء اللہ یہ آیت ضرور نظر پڑے گی ان المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا

یعنی خدا و رسول پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ایمان میں شک نہیں کیا چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکوک بہ نبوت ہوئے لہذا اہل ایمان کے فرد سے اُن کا نام نامی و اسم گرامی خدا نے خارج فرما دیا باب میں پھر آیہ " ام حسبتم " کی طرف توجہ کر کے حضرات شیخین کا انقلاب علی الاعقاب یعنی اسلام سے پچھلی حالت کفر کی طرف لوٹ جانا کتب اہلسنت سے ثابت کر کے محترم مخاطب کے قلب نورانی سے مواد ولائے شیخین اس طرح کھینچ لوں گا کہ جیسے ڈاکٹر لوگ گلاس لگا کر مادہ مفسد نکال لیتے ہیں

توضیح آیہ ام حسبتم جس سے ارتداد خلفا ثابت ہوتا ہے

علامہ سیوطی دُر منثور میں لکھتے ہیں کہ آیہ بالا بعد معرکہ بدر احد میں نازل ہوئی ہے بہ نظر اطمینان مخاطب و دیگر ناظرین عبارت حوالہ قلم کرتا ہوں اخرج ابن ابی شیبہ فی کتاب المصاحف عن سعد بن جبیر قال اول ما نزل عن آل عمران ھذا بیان للناس و ھدی و موعظۃ للمتقین ثم انزل بقیتھا یوم احد یعنی سوائے انہ ھذا بیان الی آخرہ باقی سورہ آل عمران بہ معرکہ احد نازل ہوئی ہے مضمون انقلاب د لوٹ جانا کفر پر اُس بقیہ حصہ میں ہے۔ تفسیر کشاف میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا یہ قول نقل ہوا ہے قال ان المسلمین کانو یقولون ربھم اللھم ربنا ارنا یوماً کیوم بدر نقاتل فیہ المشرکین و نبلیک فیہ خیرا و نلتمس فیہ الشھادۃ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جن لوگوں نے بدر میں داد مردانگی نہ دی تھی اور کفار و مشرکین کے قتل کا انکو اتفاق نہ ہوا تھا وہ آرزو کرتے تھے کہ خدایا کوئی ایسا دن بھی آئے گا جیسا کہ روز بدر تھا تا کہ ہم بھی مشرکوں کے خون سے اپنی تلوار کی آب بڑھائیں۔ پس اس آیہ میں وہی لوگ مراد ہیں جنکو کفار سے سرکھپانے کا اتفاق نہ ہوا تھا اور وہ بے شبہ ثلاثہ اور انکے ہم مزاج تھے۔ کیونکہ دنیا کی تاریخیں ان کے زخم کھانے یا کسی کے جسم پر صدمہ پہنچانے سے حالت سکوت میں ہیں خدا خدا کر کے بعد واقعہ بدر معرکہ احد در کار ہوا لہذا دیکھنا چاہیے کہ اُن جوشیلے سپاہیوں کا جو کہ قتل کفار کے لئے تلواروں کے دورے پڑنے سے آرزو سے جنگ میں بے چین تھے۔ کیا حال ہوا۔ تمام صحابہ میں حضرت عمر اعلیٰ درجہ کے سخت و شدید لوگوں میں معدود ہیں چنانچہ اسی وجہ سے اشداء علی الکفار کی خلعت زرہ اُن کے بدن اقدس پر آراستہ کی گئی ہے

ان سے جو حالت پیش آئی وہ عجیب خوش منظر ہے تفسیر دُرِ منثور میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں لقد
رایتنی یوم احد وانا اعدو فی الجبل منھزماً مثل الاروی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں
مثل بکری کوہی پہاڑ کی چوٹیوں پر روز احد اُچھلتا پھرتا تھا۔ کنز العمال میں ہے ما کان یوم
احد ھزمنا ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رایتنی انزوا کاننی اروی کہ جناب عمر
فرماتے ہیں ہزیمت کھائی ہم نے روز احد اور میں ایسا بھاگا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں
میری یہ حالت تھی کہ جیسے پہاڑی بکری کی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ آرزو تو بعد بدر یہ تھی کہ
اگر موقعہ جنگ آیا تو کفار کو بھون کر کھا جائیں گے جب مقابلہ کی نوبت آئی انسانی چال بھول کر
بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان کا بھاگنا عجیب قطع کا تھا ایسے پُرخوف ہو کر گریزپا ہوئے
کہ تین دن میں بعد تلاش کسی کے گھر سے برآمد ہوئے تھے۔ حضرت صدیق کا حال بھی اہل
تاریخ نے اس معرکہ میں کچھ بودے الفاظ سے لکھا ہے حضرات شیخین یا ان کی ہم طبیعتوں نے
کچھ یہ ہی نہیں کیا کہ صرف میدان جنگ سے کنارہ کش ہوئے ہوں بلکہ کچھ ایسے مایوس ہوئے کہ
اسلام ظاہری ترک کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ پرانے کفرستان میں اسباب لیجانے کے واسطے تیار ہو گئے
لشکر کی شکست سے ایسا دل ٹوٹا کہ مسلمانی کو دونوں ہاتھوں سے بایں عنوان سلام کرنا پڑا کہ بھائی
محمد تو قتل ہو گئے اسلامی کشتی کا کھیوا دریائے فنا میں ڈوب گیا اب اس مذہب پر قائم رہنا ممکن نہیں
دین چلو جہاں سے آئے تھے (جہالت) چنانچہ تفسیر کشاف میں اس مضمون کو بایں الفاظ لکھا ہے
قال علی رض فی قول المنافقین للمومنین عند الھزیمۃ ارجعوا الی احدکم وادخلوا فی دینکم تفسیر
درمنثور میں اس طرح درج ہے اخرج ابن جریر عن ابن جریج قال قال اھل المرض والارتیاب
والنفاق حین فر الناس عن النبی قد قتل محمد فالحقوا بدینکم الاول فنزلت ھذہ الآیۃ
وما محمد الا رسول (الی آخرہ) یعنی اہل مرض ونفاق وارباب شکوک نے جبکہ احد میں شیطان نے
قد قتل محمد کی آواز دے کر اپنے رفیقوں کو بلایا تھا یہ بات کہی تھی کہ محمد تو قتل ہو گئے اب اپنے دین قدیم
پر لوٹ جانا چاہیے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جتنے درجہ تکمیل ایمان کے لئے ضروری تھے اکثر صحابہ اور

بالخصوص جناب ثلاثہ سب طے کر چکے تھے مسبوق بہ اسلام ہوکر خلعت ہجرت زیب بدن فرما چکے
تھے شیخین کرام کی ذی عزت بیٹیاں ایوان نبوی میں عروسی لباس پہنے ہوئے متبختر کناں شامل
رہی تھیں جناب ثالث بالخصوص بقول اہلسنت نبی کی دو صلبی بیٹیوں کے شوہر بنکر ذی النورین کا چمکدار
بلاگا پیشانی انور پر لگائے ہوئے تھے غرضکہ باسباب ظاہر حضرات ثلاثہ کے لیے وہ ایسا وقت
تھا کہ اگر جہاد میں جو کہ اچھے برے جانے کا آلہ ہے بحکم الذین آمنو باللہ و رسولہ وھاجروو جاھدو
فی سبیل اللہ خدا نے تجویز فرمایا ہے ثابت قدم رہتے تو بازی لے چکے تھے مگر افسوس ہے کہ یہ
امتحان آخر جبر تمام محنتوں کا نچوڑ تھا اُن کے حق میں عمدہ نتیجہ بخش نہ ہوا۔ اگر کیکا ہتھیار بدر و احد
وغیرہ میں کھا لیتے یا آنکہ لا اقل صف جنگ سے نہ ٹلتے تو غالباً اسلام کے کسی گوشہ میں بیٹھ سکتے
تھے مگر اتفاقات وقت سے جناب خلفا اُن تمام فضائل کے حامل تھے جو کہ ایک ادنیٰ مسلمان
کو بھی نازیبا تھی۔ منجملہ دیگر شرائط اسلام کے ایک بڑی شرط یہ بھی ہے کہ گاہے شکوک و
تذبذب نہ ہو۔ آیہ مبارکہ انما المومنون الذین آمنو باللہ و رسولہ ثم لم یرتابو متذکرہ
صدر اس واقعہ کی شاہد عادل موجود ہے۔ دیکھو مثال دیکر اطمینان دلاتا ہوں۔ اگر کوئی
طالب علم امتحان انٹرینس پاس کرکے۔ نائب تحصیلداری سے نامزد کیا جائے اور ہر طرح سے چاق
و چیت ہو مگر گھوڑے پر چڑھنا یا اس پر کودنا نہ جانتا ہو تو کبھی اُس عہدہ پر فائز ہوگا علی ہذا
اگر ابتدائے اسلام میں جبکہ بظاہر کوئی امید فائدہ بقول اہل سنت نہ تھی۔ زید مسلمان ہوا اور مکہ
سے مدینہ کو ہجرت کی۔ نبیؐ کو بیٹی نذر کرکے اُن کا سسرا بنا ہمیشہ سفر و حضر میں ساتھ دیا ہر
طرح مشورہ میں شریک ہوکر ناک کا بال بنا رہا۔ مگر نفس نبوت کو صحیح نہ سمجھا۔ بلکہ اس میں شکوک
وشورش ہوا کہ یہ شخص فی الواقع نبی ہے یا نہیں اور شک کا غلبہ اسی طرف ہوا کہ یہ سچا نبی نہیں
ہے۔ اگر یہ اپنے دعوے میں صحیح القول ہوتا تو فتح مکہ کی جو قبل ازیں در صلح حدیبیہ پیشگوئی
کرچکا تھا وہ روئے ظہور دکھلاتی۔ بایں ذلت و خواری دب کر صلح نہ کی جاتی ہر لڑائی میں
اپنے مرشد و ہادی کو سپرد کفار کرکے میدان سے بھاگا کرتے وقت اُسکا حکم نہ مانا۔ حالت بیماری

میں اُسکو بیہودہ گو کہا۔ پس از وفات نعش کو بغیر کفن و دفن چھوڑ کر چلا گیا۔ ایسے شخص یا اشخاص کی نسبت کون عقل کا دشمن کہہ سکتا ہے کہ وہ سچا مسلمان تھا بہشت میں پیر پھیلا کر سرگرم استراحت ہو سکتا ہے چونکہ اسوقت تک یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ حسب اندراجات تفسیر دُرِ منثور و تفسیر کشاف تذکرہ بالا جن ارباب شک و نفاق نے جنگ احد میں یہ کہا تھا کہ محمد تو قتل ہو گئے اب اپنے دین آبائی کی طرف لوٹ جانا چاہیے وہ کون بزرگوار تھے لہٰذا ہم کتب اہل سنت کی طرف رجوع کرکے مخاطب ذی فہم کو اُن مرتدین و منافقین کے اسمائے گرامی بتلاتے ہیں۔ اول منافقوں کی حیثیت دکھلائیں گے اور پھر اُن کے نام بتائیں گے

حیثیت منافقین از حبیب السیر

انس در معرکہ احد امیر المومنین عمر ابن خطاب را دید کہ با طائفہ از اہل اسلام در مقام تحیر بگوشہ نشستہ از سبب حزن پرسید جواب داند کہ رسول صلعم بہ قتل رسید گفت شما دیگر حیات بہ میکنید برخیزید و با اعدا مقاتلہ نمائید تاکشتہ شوید پس انس شمشیر کشید و متوجہ میدان شد تا قتل شد" یہ عبارت بزبان حال گویا ہے کہ امیر المومنین عمر ابن خطاب آواز شیطان کو صحیح باور کرکے قتل آنحضرت پر متیقن ہو گئے اور اپنی بحال جماعت کے ساتھ متحیر تھے اور اسدرجہ تحیر بڑھا ہوا تھا کہ انس کے کہنے پر کچھ اعتنا نہ کیا اُسنے جو قتل کفار کی طرف اشارہ کیا تھا مطلق پروانہ کی بالآخر وہ بیچارہ خود متوجہ حرب ہو کر قتلو و قتلو سند جہ قرآن کا مصداق بنا چونکہ اہل نفاق وار تیاب قتل سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیدل ہو کر ترک اسلام پر برہم سوگند ہو گئے تھے۔ لہٰذا انس کے نصائح آمیز فقرات اُن کے حق میں کچھ موثر نہ ہوسکے چونکہ خلیفہ دوم کی نسبت مثل اردو یہ دیہاڑی بکری) کی طرح کودنا اُچھلنا وارد ہوا ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ بعد تعلیم انس حضرت عمر گوشہ تحیر و تشویش سے اُٹھ کر۔ پرانے دین میں جانے کے لئے مثل بز جست و خیز کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چونکہ فوراً اُن کو معلوم ہو گیا کہ محمد زندہ ہیں اور علی نے جنگ کو سر کر لیا لہٰذا واپس چلے آئے اگر خبر کے شائع ہونے میں کچھ دیر ہوتی اور میں ادلو

سے عمر صاحب مع اپنے رفقا کے تیز قدم ہوئے تھے اُنکو یاد کرتے یعنی قدیمی لنگوٹیا یار دل
کے ساتھ سب کچھ کھایا پی بیٹھتے تو دوبارہ اسلام لانے میں آئیندہ ہی وقت وزحمت ہوتی
جو کہ مرتد کو ہوا کرتی ہے بڑی خیر گذری کہ سوائے ایک کو دو کے معاملہ ارتداد رو کار نہوا انہیں
لوگون کے حق میں اہل سنت آیات و بشارت قرآنی کو جو کہ بحق مومنین مخلصین نازل
ہوئی ہیں کھینچ تان کر لاتے ہیں میں حضرت مخاطب کو یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ روز احد
سوائے حضرت امیرؑ کے سب بھاگ گئے تھے اُن بھاگے والوں میں بعض ایسے تھے جو کہ
فی الواقع مغلوب کفار ہوکر تاب مقاومت نہ لا سکے اور اکثر جن کے سرگروہ حضرت ابو بکر
وغیرہ تھے اس طبیعت کے آدمی تھے کہ اسلام سے استعفا دینے پر امادہ ہو گئے - وہی صاحب
حبیب السیر جن کی عبارت اوپر نقل ہو ئی ہے لکھتے ہیں (در بعضے روایات آمدہ است کہ کو نیح
زید بن وہب از عبد اللہ ابن مسعود پرسید کہ چنین شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علی مرتضیٰ
و ابو دجانہ و سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم در خدمت حضرت رسول ہیچ کس نماندہ بود این
خبر مطابق واقعہ ست یا نے - جواب داد کہ در اول حال کہ سپاہ اسلام روئے بوادی
انہزام نہادند بجز مرتضیٰ احدے در نزد مصطفیٰ نماند بعد از ساعتے عاصم بن ثابت و ابو دجانہ
و سہل بن حنیف و طلحہ بن عبد اللہ بملازمت خیر البشر شتافتہ کمر محاربت بر میان بربستند - باز
پرسید کہ ابو بکر و عمر کجا بودند گفت ایشان نیز بہ گوشہ رفتہ بودند و چون از حال عثمان بن
عفان استفسار نمود گفت او نیز بطرفے شتافتہ در روز سوم از جنگ پیدا شد) ان عبارتون
کے نقل کرنے سے یہ نتیجہ ضرور نکل آیا کہ حضرات شیخین آنحضرت کے قتل کی خبر سنکر ضرور گھبرائے
اور وہ گھبراہٹ کچھ اس سبب سے نہ تھا کہ آنحضرت کے قتل نے اُنپر کوئی ایسا اثر ڈالا ہو جیسا کہ
وفادار غلاموں پر آقا کی وفات سے پڑتا ہے - اگر حزن والم تینوں بزرگوارون پر طاری
ہوتا تو حضرت عمر مثل بکری نہ کودتے عثمان صاحب تین دن میں نہ آتے صدیق اکبر میدان
جنگ سے باہر قدم نہ رکھتے - بلکہ اسجگہ پتھروں سے سر توڑ توڑ کر مر جاتے اور عاشق رسول اللہ

کہلاتے۔ یہ کیا عشق و محبت ہے دیکھو وہ عبارت جسکو میں نے پہلے نقل کیا ہے۔ اس نے حضرت اول و دوم سے پوچھا کہ کیوں سر تشویش خم کئے بیٹھے ہو جواب دیا کہ رسول قتل ہو گئے اس نے کہا کہ پھر تم زندہ رہ کر کیا کروگے اٹھو اور قتل اعدا میں کوشش کرو یہ حضرات کچھ اس واسطے ایمان تھوڑا ہی لائے تھے کہ رسول کے ساتھ خود بھی مرجائیں تعجب ہے مجکو حضرات شیخین کے عشق صادق پر اس تو جہاد کرکے راہ خدا میں جان دیدے اور یہ صاحب کہیں سے کہیں پہنچ جائیں۔ ان تین میں دو صاحب نبی کے سسرے تھے اور ایک داماد سسر صاحبوں کی محبت قابل نظر ہے داماد کی خبر قتل سننے سے چونکہ بیٹیوں کے رانڈ ہونیکا مظنہ قوی تھا لہذا مقتضائے حمیت یہ تھا کہ اسکے قاتلوں کو مارتے اگر ان کا قتل کرنا ممکن نہوتا تو خود جان بحق ہوجاتے سوائے ان کے ہمنے اجتک نہیں سنا کہ کوئی سسر افواج مخالفین میں اپنے خویش کو چھوڑکر اس طرح پشت بمیدان ہوا ہو جیسکہ حضرات شیخین ہوئے تھے داماد بجائے فرزند کے ہوتا ہے اور خصوص اس شخص کا جس کے صرف اولاد دختری ہی ہو۔ ہمیں جناب عثمان سے بھی مجکو ایک موقعہ شکایت ہے کہ دوہرے اور ڈبل داماد بوجہ زینب و رقیہ سلام اللہ علیہما کی شمار ہوکر ذی النورین کہے جاتے ہیں یہ کیسے فرزند تھے کہ اپنے ولی نعمت کی مطلق خبر نہ لی اور بیجا اسی میں میدان چھوڑکر ایسے گریزپا ہوئے کہ تین دن میں بصد مشکل پتہ لگا۔ دیکھو اس میدان بلاخیز و شور میں وہی آپ کے ساتھ رہا جو کہ داماد اصلی ہوکر ہزار بیٹوں سے افضل اور نفس ناطقہ تھا (علی مرتضیٰ علیہ السلام) بحوالہ تفسیر کشاف و در منثور میں اول عرض کرچکا ہوں کہ منافقین و مرتابین نے آنحضرت کی خبر قتل سنکر کہا تھا ارجعوا الی اخوانکم وادخلوا فی دینکم (یعنی لوٹ چلو اپنے قوم و قبیلہ اور قدیم مذہب پر) دیکھیں یہ کون لوگ تھے اس جماعت کی جانچ چنداں دشوار نہیں کیونکہ آیہ "ام حسبتم" موصوفہ بالا میں جن کی نسبت خدا نے یہ فرمایا ہے کہ اگر محمدؐ مرجائے یا قتل ہوجائے تو تم اپنی پچھلی حالت کفر پر عود کرجاؤ گے یہ وہی ہیں جن کی تلوار بدر میں غلاف پوش رہی اور احد میں بے لقرار ہوئی اور حسب مراحت

بالا یہ لوگ ثلاثہ اور اُن کے امثال تھے تفسیر مدارک میں بذیل تفسیر آیہ صدر لکھا ہے کہ انقلاب
علی العقبین کا علاقہ اُن لوگوں سے ہے جنھوں نے جہاد سے فرار کیا۔ حضرات شیخین مرتے
مرگئے مگر یہ عادت نہ گئی چونکہ فاضل مخاطب بالخصوص اپنے محبوب خلفاء کی نسبت دریافت فرماتے
ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اہل سنت سے قایل اس قول کا کہ اب اسلام چھوڑ کر اپنے
پرانے جھپڑوں میں جنپر کفر کا پھوس پڑا ہوا ہے چلنا چاہیے جناب شیخین رضوان اللہ تعالیٰ
کو ثابت کر دیا جائے مسند امام حنبل میں جو کہ نزد سنیہ انتہا کی معتمد ہے یہ عبارت لکھی ہے ان
الشیخین ہزما یوم اُحد ورجع عمر ینشف دموعہ ویسال علیا العفو فقال الیست
المنادی قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم فقال انما قال ابوبکر ثم نزلت ان الذین
تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان خلاصہ کلام یہ ہے کہ یوم احد ابوبکر
وعمر نے ہزیمت کی اس کے بعد عمر ابن خطاب واپس ہوئے باین شان کہ اپنے منہ سے آنسو
پونچھتے جاتے تھے (اشک ندامت) اور حضرت امیرؑ سے کہتے تھے کہ یا حضرت ہمکو اس جرم بیجا
سے معافی دیجئے۔ حضرت علیؑ نے یہ عذر یہ جملہ سنکر فرمایا کہ کیوں حضرت آپ نے نہیں فرمایا
تھا کہ محمد تو قتل ہو گئے اب اپنے قدیم مذہب پر لوٹ جانا چاہئے۔ عمر صاحب نے جواب دیا
کہ میں نے نہیں بلکہ ابوبکر نے کہا تھا اسی مضمون کے قریب تفسیر کشاف میں لکھا ہے ذی
فہم مخاطب حذرا انصاف فرما کر ہماری تحقیقات بلیغ کی داد دیں کہ آیہ "ام حسبتم" کا مصداق
یا وصف عدم موجودگی اسمائے ہم نے حضرات شیخین کو کس حسن ولطافت سے قرار دیا ہے جس
طرح کہ بڑا تجربہ کار افسر پولیس ہزار آدمیوں میں سے اصلی مجرم کو پکڑ لیتا ہے اسیطرح ہمنے
انقلاب علی الاعقاب کا سیاہ دھبہ گہری نظر کرکے خلفائے جسم مبارک پر دیکھ لیا ہے ذی
قدر مخاطب ضرور تیز آب کلام سے اس سیاہ داغ کے مٹانے میں کوشش کریں گے۔ اگر انکو
چھوٹا ممکن ہو تو اُن کو چاہئے کہ فوراً اپنا اسباب سفینہ نوح میں اُٹھا لائیں اور اس دریائے
بلا سے جس میں بلا نقل پڑے ہوئے ڈبکیاں کہا رہے ہیں ہمکنار عافیت ہو جائیں ہم بہ

وثوق سے امید رکھتا ہوں کہ حضرات ثلاثہ کے حالات حسب صراحت بالا معائنہ فرماکر جناب مخاطب اُن سے تعلقات نیاز مندی اُٹھالیں گے اور جو حسن ظن رکھتے ہیں وہ بدل بنوع دیگر ہو جائیں گے اہل سنت بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ تمام صحابہ کو عدول منکر آیات بشارات ومدح کا مقصود الیہ بالخصوص جناب ثلاثہ کو جانتے ہیں یہ خیال نہیں فرماتے کہ جس قرآن میں تعریفی جملے بحق صحابہ صادر ہوئے ہیں اسی میں آیات مذمت وعتاب بھی درج ہیں۔ حضرات سنیہ فضائح وذمائم فقرات قرآنی کا ذکر تو کبھی زبان پر نہیں لاتے۔ البتہ آیات مدائح پیش کرکے ناواقفوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی خدانے یہ شان بیان کی ہے انکو شیعہ منافق و بدراہ کنندۂ خلایق جانتے ہیں ہم شیعہ لوگ اُن بزرگواروں کو اپنا ہادی وپیشوا جانتے ہیں کہ جن سے آیات مدح باعتبار عادات وحرکات حمیدگی رکھتی ہیں اور جو صحابہ آیات غضب سے تعلق رکھتے ہیں انکو ویسا ہی سمجھتے ہیں دیکھو شاہ ولی اللہ قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ (۱۲۳) پر دربارہ صحابہ لکھتے ہیں) ولانسلم کہ در عصر اول خوئے فتنہ نداشتہ اند۔ نمی بینی کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسیارے مرتد گشتند) یعنی ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عصر اول یعنی عہد رسول میں اصحاب خوئے فتنہ وفساد رکھتے تھے اگر مفسد نہوتے تو بعد آنحضرت کثیر التعداد صحابہ رہ گرائے بادیۂ بے ایمانی نہوتے۔ جناب مولوی مہدی علیخاں صاحب بہادر محسن الملک شروع آیات بنیات میں لکھتے ہیں کہ (اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام شیطان نے بہکایا) پس واضح ہوا کہ تمام صحابہ عدول وقابل قبول نہ تھے۔ اچھوں میں بُرے ملے ہوئے تھے انھیں ناہنجاروں کے باب میں خدائے کریم فرماتا ہے (ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فحبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیہا خالدون یعنی جو لوگ کہ تم مسلمانوں میں سے مرتد ہو جائیں گے اُن کے تمام اعمال حسنہ جو کہ بہ حیثیت اسلام ظاہری کئے ہیں ضبط کرلئے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے

جہنم میں ڈالدئے جائیں گے اسجگہ چند آیات لکھے دیتا ہوں جن سے ثابت ہوجائے گا
کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے تمامتر اصحاب جادۂ راستی پر نہ تھے بلکہ اُن میں اکثر
حد اعتدال سے گذرے ہوئے تھے سورۂ مائدہ میں خدا فرماتا ہے یاایھا الذین آمنو
من یرتد منکم عن دینہٖ الی آخرہ اے ایمان لانے والو جو کوئی کہ تم میں پھر جائے
دین سے دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے (منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ
یعنی اے اصحاب محمد تم میں سے بعض دنیا کے طالب ہیں اور بعض آخرت کے) تریدون عرض
الدنیا واللہ یرید الاخرۃ (بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والاخرۃ خیرًا وابقیٰ
وان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا
مھینا یقولون بافواھم مالیس فی قلوبھم یخادعون اللہ والذین آمنو وما
یخدعون الا انفسھم یعنی اے اصحاب رسول تم مکاری اور دھوکہ بازی سے کہتے ہو کہ ہم
ایمان لائے ہیں یہ دھوکہ خدا کو ضرر رساں نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نفسوں کو نقصان پہنچانے
والا ہے۔ باوقار سائل جو نکہ ماشاء اللہ زیرک و دانا و ارباب بصیرت سے ہیں غور فرمائیں
کہ آیات مجوزہ ایسے ہی لوگوں سے علاقہ رکھتے ہیں جنہوں نے روز احد نبی کو جرگہ کفار
میں تنہا چھوڑ کر قدیمی دین کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کیا تھا یا کہ کسی اور گروہ سے الحاصل
یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوگئی کہ اصحاب نبی میں بد و نیک ہر طرح کے شامل تھے کلام
باری میں اچھے برے کی تمیز کا جو نشان تبلایا گیا ہے اُس حلیہ سے ہم لوگ پتا لگاتے
ہیں جیسا کہ انقلاب علی الاعقاب کا گرا دھبہ ثلاثہ کی پیشانی مبارک پر دکھلا دیا گیا آیہ
مستدلہ میں خدا نے ارتداد کے لئے یہ شرط قایم فرمائی ہے (افائن مات او قتل) یعنی
اگر ہمارا رسول مرجائے یا قتل ہوجائے تو کیا تم اُلٹے پیروں پھر جاؤ گے۔ قتل کی خبر سنکر
جو شیخین نے کفر پرانہ آباد کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ مخاطب صحیح العقل نے دیکھ لیا اب یہ
دکھلاتا ہوں کہ قریب وفات و بعد از وصال سرور کائنات کس خوش رفتاری سے راہ

بپائے میدان ارتداد ہوئے اس کی اجمالی حالت یہ ہے کہ باوصف تاکید شدید نبی کو چار
و بے بس دیکھ کر دوات وقلم حاضر کرنے سے انکار کیا۔ غایت بے ادبی اور گستاخی سے نبی کے منہ
پر اُن کو بیہودہ گو کہا۔ لشکر اسامہ کی شرکت سے اعراض بلکہ حکم نبی پر اعتراض کیا۔ بعد وفات
نعش اقدس کو بےگور و کفن چھوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ میں چلے گئے سبحان اللہ کیا نبی کے عاشق
زار تھے کہ اُن کے مرتے ہی اس طرح آنکھیں بدل گئے کہ جیسا پورانا طوطا پنجرے سے نکل کر
حق قدیم فراموش کر کے آقا سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے مخاطب صحیح المزاج بلا جنبۂ خلفاً
ذرا طبیعت پر زور دیکر سوچیں کہ تمام عالم کا یہ قاعدہ ہے کہ پہلے میت کو دفن کرتے ہیں
ازاں بعد دیگر امور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں رسالتمآب کے یاران دمساز کس مدرسہ کے
تعلیم یافتہ تھے کہ اپنے خداوند نعمت کے دفن کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے اور دنیا کے
پیچھے پنجہ جھاڑ کے پڑ گئے۔ ڈاکٹر لیٹز صاحب نے جو کہ مشہور ترین اشخاص میں تھے اعتراضاً
مدرسہ امرت سر میں کہا کہ مسلمانوں کا نبی برحق نہ تھا کاش وہ سچا پیغمبر ہوتا تو معتقدوں
کی طبیعت پر اُس کی حیثیت کا ضرور اثر پڑتا۔ مشاہدہ سے واضح ہوتا ہے کہ اُس کے مصاحب
ورفقا کچھ پورے طور پر متیقن بہ حیثیت نبوی نہ تھے اگر اُن کی نبوت پر پورے معتقد ہوتے
تو تکفین و دفن نہ چھوڑتے حضرات خلفاء کی بیجا کارروائی نے یہ اثر ڈالا کہ ایک نصرانی
کو موقعہ اعتراض مل گیا میں یقین کرتا ہوں کہ بعد معائنہ واقعات بالا جناب مخاطب دیگر
حق طلب اگر رہرو مسلک انصاف ہوں گے تو ضرور مان لیں گے کہ خدا نے بلا اظہار اسمیت
آیۂ "ام حسبتم" میں جن صحابہ کے مرتد ہونے کی خبر دی تھی وہ بے شبہہ ثلاثہ تھے۔ احد میں
دین قدیم بت پرستی کی طرف لوٹ جانے کا انھوں نے ارادہ کیا تھا اور بزمانہ علالت نبی
وپس از وفات اُن سے ایسی حرکات روئے ظہور لائیں کہ جن سے اُن کے مرتد ہونے کی
خبر ملتی ہے قرآن پاک سے ثلاثہ کی حالت حقیر نے اس عنوان سے دکھلائی ہے کہ انشاء اللہ
آیندہ کسی سنی صاحب کو اُن کے پیچھے ایماندار ہونے کا اشتباہ نہ ہو گا مگر چونکہ دنی عزت

مخاطب نے اپنے سوال میں یہ فرمایش کی ہے کہ نبی نے ثلاثہ کے حالات جو کہ زمانہ آیندہ حسب مزعوم شیعہ ان سے خلاف منشا رخدا واقع ہونے والے تھے علی الاعلان کیوں نہ بیان کردیے تاکہ خلایق دھوکہ میں نہ پڑتی - لہذا بہ تعمیل ارشاد سائل صاحب ایسے بصراحت تمامتر وہ واقعات ہدیہ نظر کرتا ہوں جن سے بفضلہ یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ رسول مقبول نے پورے طور پر تبلیغ کردی تھی مسلمانوں میں سے جو لوگ چشم بینا رکھتے ہیں انھوں نے آنحضرت کے ارشاد سے فائدہ اُٹھایا اور جن کی آنکھوں پر تعصب کی سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی انھوں نے مطلق نہ سمجھا

تصریح ان واقعات کی جن سے ثابت ہوگا کہ رسول مقبول نے ثلاثہ کی حالت پورے ظاہر کردی تھی

صحیح مسلم جلد دوم کے صفحہ (۲۴۹) پر ایک طویل مضمون ابی حازم صحابی کے حوالے سے نقل ہوا ہے اردو میں اسکا خلاصہ یہ ہے کہ رسول مقبول نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو فرشتے جہنم میں لیجائیں گے میں کہوں گا کہ الہی یہ تو میرے صحابہ ہیں انکو جہنم میں کیوں ڈالا جاتا ہے پردہ غیب سے آواز آئیگی کہ اے محمد بعد تمہارے یہ لوگ اس روش پر چلے جس پر تم چلنے سے منع کرگئے تھے بلکہ دین میں احداث کرکے خلایق کو گمراہ کیا صحیح بخاری مطبوعہ مصر کی کتاب الفتن میں بروایت ابی ایل صفحہ (۱۳۶) پر بھی مضمون بالا بہ اختلاف عبارت و اتحاد مطلب درج ہے سوائے ازیں بخاری کے جزو ۲۷ میں جو کہ بمبی میں طبع ہوئی ہے صفحہ ۹۶۱ و ۹۶۲ پر یہ مضمون درج ہے واضح رائے ارباب دانش ہو کہ اسلام میں علاوہ حکم خدا و رسول کے ایک تیسری شاخ سیرت شیخین بھی ہے سوائے ان کی سیرت کے کسی صحابی کے ایجاد کی ہوئی ۔ کوئی بات اسلام میں جاری نہیں ہے اس سیرت نے بالکل پتہ لگا دیا کہ ثلاثہ نے امر دین میں احداث کیا اور یہی بجرم بدعت حسب مفادات احادیث مسلم و بخاری متذکرۂ بالا موئے کشاں وادی جہنم میں بھیجے جائیں گے بہ نظر اطمینان مخاطب نشان دیئے دیتا ہوں کہ جن کے منہ پر آنحضرت

نے کہدیا تھا کہ تم بعد میرے دین خدا کو احداث بدعات سے خراب کروگے وہ حضرت ابوبکر صدیق تھے موطا امام مالک کا ترجمہ مسمی بہ کشف الغطا مطبع مرتضوی دہلی میں چھپا ہے اُسکے صفحہ (۱۰۳) پر یہ عبارت ہے (ابو النضر سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے جنگ احد کی شہیدوں کے لئے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنکا میں گواہ ہوں (یعنی ان کی سعی اور کوشش اور صبر اور صحت ایمان پر قیامت کے دن میں گواہی دوں گا - حضرت ابوبکر صدیق نے کہا یا رسول اللہ ہم ان کے بھائی نہیں ہیں - مسلمان ہوئے ہم جیسے کہ وہ مسلمان ہوئے اور جہاد کیا ہمنے جیسا کہ اُنھوں نے جہاد کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر مجھکو معلوم نہیں کہ بعد میرے تم کیا احداث کروگے یہ سُنکر ابوبکر روئے - جناب مخاطب صاحب آپ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ جن صحابہ پر آپ فریفتہ و دلدادہ ہیں وہ آنحضرت کے نزدیک کیا وقعت ایمانی رکھتے تھے اور کیسے صاف لفظوں میں حضور انور نے اُن کے حالات تبلادیئے چونکہ آپ کو اُن سے نیاز مندی ہی لہذا کبھی حسن ظن اجازت نہیں دیتا کہ اُن کے قبائح اور معائب پر نظر ڈالی جائے - دیکھو آپ کی صحیح مسلم میں صاف لکھا ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ جبوقت تپر خزاین روم وفارس کھولدئے جائینگے اسوقت تمہارے طبائع کی کیا حالت ہوگی - مراد یہ کہ جب مفلس سے امیر یا محکوم سے حاکم ہو گئے تو موقع ایسا ہوگا کہ آپے میں رہنا اور پائے ثبات کا لغزش نہ کرنا بڑے جوانمردی سے ہے اگر بد دست برسی ست تُردی مردی) یہ سنکر عبد الرحمان ابن عوف نے کہا کہ جیسے ہم اسوقت مطیع احکام خدا ہیں ایسی ہی جب بھی رہیں گے آپنے فرمایا کہ ممکن نہیں کہ تم لوگ مسلک صواب پر رہو بلکہ باہم راہ بجائے حسد و بغض و عداوت ہو کر رشتہ اتحاد کو قطع کرڈالوگے - روم وفارس کے قضایا خلافت اول و دوم میں پیش آئے اگر حضرت کے علم میں کہ بروے وحی ہوتا تھا اصحاب باوقار بالکل ایمان دار ہوتے تو ہرگز اُن کی دولتمندی وحکومت آلی کو منجر بہ تحاسد وتباغض نہ تبلاتے - کیا جناب مخاطب اس سے بھی آنحضرت کا کوئی روشن تر حکم طلب کرتے ہیں - اگر اب بھی تسکین خاطر

نہیں ہوئی تو اور لیجئے۔ صحیح بخاری چھاپہ دہلی صفحہ (۱۰۹۱) پر بروایت ابی سعید الخدری
یہ مضمون درج ہے کہ آنحضرت نے بہ حضر صحابہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اُن کی پیروی بالشت
بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر کروگے جو کہ تم سے پہلے گذرگئے ہیں مطلب یہ کہ گذشتگان کے
قدم بقدم چلوگے۔ اگر وہ سوراخ سوسمار میں گھسے ہیں تو بہ متابعت اُن کے تم بھی وہی
کروگے صحابہ نے کہا کہ کیا ہم مثل یہود و نصاریٰ ہو جائیں گے جواب ملا کہ بے شبہ تم یہی
رفتار اختیار کروگے۔ غالباً اس جلسہ میں جبکہ یہ حدیث بیان کی گئی تھی ثلاثہ بھی موجود
ہوں گے اس قسم کی بہت احادیث ہیں کہاں تک نقل کروں۔ ان اخبار صادقہ پر غور کرکے
ہر وہ شخص جو کہ حضور کو مخبر صادق جانتا ہے ضرور باور کرے گا کہ نبی نے اپنے بعد والوں
کے حریص بحکومت ہوکر حسد و بغض و نفسانیت و ارتداد و اطاعت یہود کرنے کی پوری خبر
دیدی تھی۔ اگر جناب مخاطب اب بھی یہی کہے جائیں گے کہ میری تسکین خاطر نہیں ہوئی اس
علاج میں تو کیا لقمان علیہ السلام بھی نہیں کرسکتے۔ علاوہ ازیں جناب مخاطب نے بعض آیات
قرآن پر بہ امعان نظر نہیں ڈالی اگر فی الجملہ قرآن داں ہوتے تو سمجھ لیتے کہ خدائے پاک
نے بھی جو کہ واقف اسرار ضمائر ہے خلفاء ثلثہ کا پورا حال بیان کردیا ہے دیکھو اللہ پاک
اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و
تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمی ابصارھم۔ یعنی اصحاب محمد
وہ وقت قریب ہے کہ تم متولی امر اسلام ہوکر ملک میں خرابی ڈالو اور فتنہ و فساد برپا کرکے
قطع رحم کرو لعنت خدا کی اُنپر جو ایسا کریں خدا نے اُن کے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا
کردیا ہے اخبار قرآن غلط نہیں ہوسکتے۔ جناب مخاطب خالی از جنبۂ مذہب ہوکر غور فرمائیں
کہ وہ لوگ کون تھے جنھوں نے نفسانیت کو دخل دے کر صراط مستقیم سے کجی کی اور قطع رحم کے
باعث ہوئے یہ بھی واضح ہو کہ مراد حضرت باری غائبین اہل اسلام سے نہیں ہے بلکہ یہ
آیت حاضرین مسجد نبوی کو سنائی گئی تھی چنانچہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں

کہ آنحضرت نے جو آخر خطبہ پڑھا تھا انہیں صحابہ کو آیۂ دخل عظیم اسے خوف دلایا گیا تھا عبارت طویل ہے دلیل المتحرین مولفہ خود مطبوعہ یوسفی دہلی کے صفحہ (۲۰۶) پر ملاحظہ ہو علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام محبت جادہ وتردشتہ سے باہم حسد وعداوت کرکے جادۂ شریعت سے منحرف ہوگئے تھے شاہ ولی اللہ صاحب تحفہ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اصحاب نبی سینہ صاف نہ تھے بلکہ باہم کدورت رکھتے تھے دیکھو صاحب سجادیہ مولفہ حقیر کا صفحہ (۹۱) چونکہ مخاطب صاحب کا ہر عنوان سے اطمینان ضروری ہے لہذا عرض کیا جاتا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے کان کھول کر سنا دیا تھا کہ تم لوگ بعد ہمارے حریص دنیا ہوکر بروز قیامت اہل ندامت کے ساتھ محشور ہوگے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الامارۃ میں بحوالہ بخاری شریف لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ بخاری شریف کے صفحہ (۲۳۳) پر ہے کہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا یعنی اے صحابہ مجکو تم سے یہ خوف نہیں ہے کہ تم لوگ بعد میرے مشرک ہوکر ظاہر بظاہر راہ کفر اختیار کروگے بلکہ یہ خوف ہے کہ باہم نفسانیت کرکے رہگرائے بادیۂ ضلالت ہوجاؤگے۔ بہ نظر توضیح مطلب میں ذی علم مخاطب کو یہ بھی دکھائے دیتا ہوں کہ بحکم آیہ قل عظیم وحدیث ستحرصون وان تشرکوا بعدی متذکرہ بالا صحابہ نے کس قدر نفسانیت اختیار کی تھی جو شخص کہ بروز قیامت خدا سے داد خواہ ہوگا بظاہر صحابہ نے اسی سے راہ نفسانیت برتی ہوگی۔ ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۲۳ سطر ۱ پر بحوالہ بخاری شریف یہ عبارت لکھی ہے (از علی منقول ست کہ گفت) انا اول من یجثو علی رکبتیہ بین یدی الرحمان علی الخصومۃ یوم القیامۃ یعنی من اول کسے خواہم بود کہ بروز قیامت بدو زانو در آمدہ نزد خدائے تعالیٰ باخصم خود خصومت کنم چونکہ یہ مضمون بخاری شریف کا ہے لہذا مخاطب غور فرمائیں کہ حضرت امیر کن لوگوں کی شکایت مدعیانہ حیثیت سے

پیش خدا فرمائیں گے بہ نظر سہولت مخاطب ہیں مدعا علیہم کا پتہ بھی دیئے دیتا ہوں جیسے حضرت امیرؑ دعویدار ہوں گے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے اللھم انی استعدیک علی القریش فانہم قطعوا رحمی وغصبونی حقی واجمعوا علی منازعتی امرا کنت اولی بہ یعنی تجھ سے میں قریش پر مستغیث ہوں گا بایں وجہ کہ انہوں نے قطع رحم کرکے میرا حق غصب کر لیا اور میری مخالفت پر مجتمع ہو گئے اور جس امر کے لئے میں اولیٰ و الیق تھا اسپر متصرف نہونے دیا۔ اگر جناب مخاطب انصاف فرمائیں گے تو غالباً سمجھ جائیں گے کہ خلفاء پاک دامن نہیں بلکہ بروز قیامت زیر مواخذہ آنے والے ہیں۔ کیوں جناب مخاطب اب آپکو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ دین خدا میں احداث کرنے والے تھے افسوس ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو اپنا پیشوائے دین جانتے ہیں بحمد اللہ یہ بات بوجوہ روشن ظاہر ہو گئی کہ رسالتمآب نے ثلاثہ کے حالات سے پورے طور پر آگاہ کر دیا تھا کہ یہ لوگ مخلوق کو سیدھی راہ سے الٹی چال چلائیں گے

سوال دوم

ہرگاہ بروے مذہب شیعہ امامت داخل اصول ہے اور مثل وحدانیت و نبوت اسپر اعتقاد کرنا امر لازمی ہے اور بصورت انکار امامت خارج از دائرہ مومنیت ہونا پڑتا ہے تو ایسی چیز کا قرآن میں کیوں نہ ذکر ہوا اگر بعنوان واضح امامت مندرج قرآن ہوتی تو یہ اختلاف امت جو کہ منجر بہ مفاسد گوناگوں ہو رہا ہے نہ ہوتا۔

جواب

مولوی خلیل احمد صاحب ساکن انبہٹہ ضلع سہارنپور نے ایک کتاب بجواب رسالہ مراۃ الامامت مسمیٰ بہ مطرقۃ الکرامۃ لکھی ہے اس کے جواب میں جو فقیر نے رسالہ لکھا ہے وہ خاص طور پر ایسی بحث میں لکھا گیا ہے جو کہ سوال مندرجہ بالا سے علاقہ رکھتی ہے چند آیات واحادیث متعلق بہ امامت درج رسالہ کی گئی ہیں حضرت مخاطب اسکو بالتمام ملاحظہ فرمائیں انشاء

پورے طور پر مطمئن ہو جائیں گے۔ صاحب مطرقہ نے درباب امامت ایک بسیط بحث کی ہے جواب بھی بفضلہ بہ تفصیل دیا گیا ہے چالیس جزو پر صرف بحث امامت کو بہ ہزار اختصار لکھا گیا ہے منجملہ اُن آیات و احادیث کثیرہ کے جو کہ مطرقہ میں بیان کی گئی ہیں صرف ایک آیت اس جگہ حوالہ قلم کئے دیتا ہوں زیادہ اگر دیکھنا ہو تو جواب مطرقہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

آیت متعلق بخلافت

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں انپر واجب ہے کہ خدا و رسول و اولی الامر کی اطاعت کریں۔ یہ آیت واضح ترین آیات درباب اثبات امامت ہے۔ کیونکہ خدا نے صرف تین شخصوں کی امامت کا اپنے بندونکو حکم دیا ہے ایک اپنی اور دوسری نبی اور تیسری اولی الامر کی اس سے واضح ہو گیا کہ جس کی اطاعت کا خدا نے اپنے اور نبی کی اطاعت کے ساتھ حکم دیا ہے وہ ہی امام ہے شیعہ بہ اتباع آیۂ ذریت رسول الثقلین کو اولی الامر مانکر اُن کی متابعت کو عین متابعت خدا و رسول جانتے ہیں اور حضرات اہلسنت ہر حکمراں کو خواہ وہ فاسق ہو یا فاجر اولی الامر کہتے ہیں جس سے تاتار او چنگیز خاں و ہیموں بقال و حجاج و خدیو مصر و سلطان روم وغیرہ سب اولی الامر کہے جاتے ہیں آیہ موصوفہ بالا میں دو جگہ لفظ اطیعوا آیا ہے ایک خدا اور دوسرا نبی و اولی الامر پر تکرار اطیعوا کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہ کی اطاعت میں نبی و اولی الامر و دیگر عامہ خلایق یکساں رتبہ رکھتے ہیں۔ گویا لفظ اطیعوا سے خدا نے اپنی ذات اور نبی و اولی الامر کے بیچ میں ایک حد فاصل قایم کر دی۔ دوسرے اطیعوا سے نبی اور اولی الامر کو یکساں درجہ عنایت فرمایا کہ خلایق دونوں کو اطاعت میں سر مو تفاوت نسمجھے۔ جملہ اہل اسلام نبی اکرم کو معصوم جانتے ہیں پس جس گروہ کی اطاعت مقترن بہ متابعت پیغمبر ہے اُسکا مثل نبی معصوم ہونا لازمی ہوا یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی معصوم و سلاطین مطعون و مذموم کی اطاعت ایکطرح کی سمجھی جائے اگر بقول اہل سنت اولی الامر شاہان زمانہ سمجھے

جائیں گے جو کہ عموماً غیر محتاط وظلم شعار ہوتے ہیں تو لازم آجائے گا کہ خدا نے ہمکو اطاعت فساق پر مامور فرمایا اور پھر اس اطاعت فاجرین کو عین اطاعت خود نبی صلعم قرار دیا ہیں کہتا ہوں کہ سلاطین روزگار کی فرمانبرداری کا حکم دینا ہی فضول ہے - کیونکہ ہر شخص آنکی تابعداری بوجہ تعلقات سیاست وحکومت اپنا مفاد سمجھ کر لازمی طور پر کرتا ہے مخاطب جو حکام وقت کی اطاعت سے سرمو تجاوز نہیں کرتے بلکہ اُن کی خوشنودی کے لئے اپنے آرام اپنی دولت کو نذر کر دیتے ہیں یہ اس وجہ سے نہیں کرتے کہ خدا نے چونکہ اُن کو اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے کرتے ہیں بلکہ یہ فرمانبرداری محض اس غرض سے کی جاتی ہے کہ اُن کے تمام معاشرت دنیا وموت وحیات وغیرہ اُن کے قبضہ اقتدار میں ہے - اگر مخاطب ایک دن بھی ایسا نہ کریں تو نیم ساعت بہ آرام بسر نہیں کر سکتے - جو لوگ مسلمانوں میں قرآن کا نام بھی جانتے ہیں اور کبھی نظر اٹھا نہیں دیکھا وہ حکام وقت کی اطاعت کرتے ہیں تو کیا یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں چونکہ حکم دیا ہے لہذا اُسکے اتباع سے ہم ایسا کرتے ہیں - دیگر اقوام جنکو قرآن سے مخالفت ہے وہ بھی حکام وقت کے ایسے ہی تابع ہیں جیسکہ مخاطب تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ باتباع آیۂ اولوا الامر وہ ایسا کرتے ہیں نہیں ہرگز نہیں - پس بہ دلائل دو وجوہ ثنافیہ واضح ہو گیا کہ اولی الامر مندرجہ آیت حکام دنیا نہیں ہو سکتے - بلکہ یہ وہ بزرگ ہیں جو کہ مثل نبی معصوم عن الخطا ہیں مخاطب اور اُن کے ہم خیال انصاف فرمائیں کہ خدا نے قرآن میں کیسے صاف اور صریح جملہ سے امامت کا تصفیہ فرما دیا ہے دوسری جگہ سورۂ نساء میں خدا فرماتا ہے واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم الی آیہ) ترجمہ جو کہ ڈپٹی نذیر احمد خانصاحب بہادر نے کیا ہے - اور جب اُنکے پاس امن کی یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اُسکو (سب میں) اُڑا دیتے ہیں) اور اگر اُس خبر کے بارے میں رسول کی طرف اور اُن لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اُنمیں برسر حکومت ہیں تو پیغمبر اور حاکموں میں سے جو لوگ اس

(بات کی اصلیت) کو کھود لگانے والے ہیں۔ اُس خبر (کی حقیقت) کو معلوم کر لیتے ہیں۔

اس آیۂ مبارکہ میں خدا نے اولی الامر کو صفت استنباط یاد فرمایا ہے تمام امت کو اسپر اتفاق ہے کہ اہلبیت نبوی سے بالاتر علم میں کوئی نہ تھا پس صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اولی الامر وہ ہیں جو کہ وفور علم و کمال سے استنباط مطالب کر سکتے ہیں اور قرآن سے وہ بھی حکم نکالنے میں قدرت تام رکھتے ہیں جو کہ فی الواقع منشار جناب باری ہے۔ چنانچہ بہ حکم حدیث ثقلین نبی نے اپنے اہلبیت کو قرآن سے شیرازہ بند کر کے علی الاعلان فرما دیا کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی علی کتاب خدا کے ساتھ ہیں اور وہ ان سے چسپیدہ ہے حضرت مخاطب توجہ فرمائیں کہ ملوک و سلاطین دنیا سے یہ مضمون کیونکر عیاں ہو سکتا ہے۔ شاہان دنیا بجائے خود رہے جن بزرگواروں کو حضرات سنیہ خلیفہ رسول کہتے ہیں وہ بھی علوم میں محتاج اہلبیت تھے اکثر موقع پر مسائل مشکلات کے جواب میں عاجز ہو کر حضرت عمر نے لولا علی لھلک عمر فرمایا ہے وجہ یہ تھی کہ خلفاء ثلثہ شروع پیری اور ڈھلتی ہوئی جوانی میں اسلام لائے تھے اس عمر کے جہلا کا عالم ہونا ایسا ہی بعید العقل ہے کہ جیسا فی المثل بوڑھے طوطے کا پڑھنا اور حضرات امیر و جناب ختمی مرتبت کا تعلق بمفاد حدیث انا و علی من نور واحد ازلی تھا دنیا میں علی نے نبی کے گود میں پرورش پائی بجائے شیر مادر دہن اقدس کا لعاب نوش فرمایا ہر قسم کے علوم کو آنحضرت سے سیکھا سوائے نبی کے دنیا میں کوئی اُن کا معلم نہ ہوا آن واحد کو نبی سے جدا نہوئے روز مباہلہ نبوت آنحضرت کو درجہ صداقت پر پہنچانے کے لئے میدان بد دعا میں مع بچوں اور بی بی کے جلوہ گر پس قرآن سے استنباط مطالب کرنے کی وہ ہی قابلیت رکھتے تھے۔ اور یہ ہی عزت و جلالت باعث ہوئی کہ وہ بعد نبی اولی الامر کے معزز خطاب سے بہرہ ور ہوئے بہ نظر اطمینان جناب مخاطب حقیر یہ بھی عرض کئے دیتا ہے کہ آنحضرت نے اولی الامر کو حکام دنیا سے تعبیر نہیں فرمایا بلکہ اپنے صحابہ سے فرما دیا کہ قرآن میں جو لفظ اولی الامر وارد ہوا ہے اس کے مورد ہمارے اہلبیت ہیں

چنانچہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں (ازجابر بن عبداللہ روایت ست)
قال لما نزلت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فقال یارسول اللہ عرفنا
اولی الامر الذی امرنا باتباعہم فقال رسول اللہ واولی الامر منکم اولہم علی بن
ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی ابن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی التوراۃ بالباقر
فاذا لقیتہ فاقراہ منی السلام ثم الصادق جعفر بن محمد ثم موسیٰ بن جعفر ثم علی بن
موسیٰ ثم محمد بن علی ثم علی بن محمد ثم الحسن بن علی ثم سمی وکنیی حجۃ اللہ فی ارضہ وبقیتہ
محمد بن الحسن یفتح اللہ عزوجل علی یدیہ مشارق الارض ومغاربہا وانہ
بعینہ من شیعتہ واولیائہ الی آخرہ جابر کہتے ہیں کہ جب آیہ اولی الامر نازل ہوئی تو ہم نے
پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت ہم پر فرض کی گئی ہے آنحضرت نے بارہ اماموں کے
نام بتلا دیئے جامع الاصول میں لکھا ہے المہدی من ولد فاطمۃ والخلافۃ الا فیہم
یعنی جناب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام اولاد جناب فاطمہ سے ہیں اور نہیں ہے خلافت
مگر ذریت سیدہ میں سید علی ہمدانی جن کی توصیف شاہ ولی اللہ وغیرہ نے اپنی تالیفات
میں کر کے مذہب اہل سنت کا ان کو قطب الاقطاب بیان کیا ہے کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھتے
ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا انا سید النبیین وعلی سید الوصیین والاوصیاء من بعدی
اثنا عشر اولہم علی واخرہم المہدی آنحضرت نے فرمایا کہ ہم سرور انبیاء ہیں اور علی سردار
اوصیا ہمارے بعد بارہ وصی ہوں گے جن کے پہلے علی اور آخر میں مہدی ہیں۔
سوائے ازیں علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی کتاب فرائد السمطین میں ایک طولانی عبارت لکھتے
ہیں جس کا اردو یہ ہے۔ صحابہ نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم وآیہ انما ولیکم اللہ وآیہ لم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا
ولا المومنین ولیجۃ عام مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہیں یا خاص کے حضرت امیر نے فرمایا
ہے کہ آنحضرت پر وحی نازل ہوئی کہ اپنی جماعت کو احکام صلوٰۃ وزکوٰۃ وحج ودیگر امور کو واضح

کر کے بیان کیا ہے اسی طرح ان آیات کا بھی مطلب بیان کر دے پس آنحضرت نے میری نیابت وصایت سے انکو آگاہ کیا ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے پوچھا کہ یہ آیات مخصوص بذات مرتضوی ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ سوائے علیؑ و اولاد علیؑ کے اور کسی سے ان کا تعلق نہیں علی اور اسکے گیارہ فرزند میرے وزیر و والی ہر مومن ہیں قرآن اُن کے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں جبتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقی ہوں۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر جلد سوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۵۷ سطرہ ۲ پر بذیل تفسیر آیۂ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول یہ عبارت لکھتے ہیں ان اللہ تعالیٰ امر بطاعتہ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ھذہ الآیۃ و من امر اللہ بطاعتہ علی الجزم والقطع لا بد من ان یکون معصوماً عن الخطاء اذ لو لم یکن معصوماً الخ۔ ترجمہ کلام امام رازی صاحب یہ ہے کہ جن اولی الامر کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اُنکا بالجزم والقطع معصوم ہونا لازمی ہے کیونکہ اگر وہ معصوم نہوا تو لازم ہوگا کہ خدا نے اہل معصیت کی اطاعت کا حکم دیا جن سے احکام میں خطار کا واقع ہونا ایک لابدی امر ہے جناب مخاطب تلاش معصومین کے لئے جب سرگرم ہوں گے انشاء اللہ سوائے خاندان نبوت کے کسی دوسرے میں یہ صفت نہ پائیں گے۔ اگر حضرات ثلاثہ کی طرف بہ نظر تحقیقات معصومیت کے لئے نگاہ اٹھائیں گے تو شاہ صاحب کے فیصلہ پر جو کہ تحفہ میں اُن کی نسبت ان لفظوں سے کر گئے ہیں (کہ خلفاء ثلثہ نہ معصوم آند و نہ منصوص۔ مطلع ہو کر کبھی بھولے سے بھی معتقد عصمت نہوں گے چونکہ مخاطب ذیعزت صحیح بخاری و مسلم شریف وغیرہ کو زیادہ بااعتبار جانتے ہیں۔ لہذا کتب مذکورۃ الصدر سے چند احادیث نقل کئے دیتا ہوں جس سے اُنکو معلوم ہو جائے گا کہ اولی الامر کیا عزت رکھتے ہیں اور اُن کی خلافت اور امامت کے اعتقاد کو اہل اسلام سے کہاں تک علاقہ ہے۔

روایات بخاری

صحیح بخاری میں بروایت جابر ابن سمرۃ وارد ہوا ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون بعدی اثنی عشر امراً کلھم من قریش۔

(۲) بخاری شریف میں بروایت ابن عتبہ وارد ہوا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیہم اثنی عشر رجلا ثم تکلم صلی اللہ علیہ وسلم بکلمۃ خفیت فقالت ابی ماذا قال رسول اللہ فقال کلہم من قریش صحیح مسلم جلد دوم میں کتاب الامارۃ دیکھو چند احادیث حسب مضمون بالا دقت نظر ہوں گے تمام روایات مندرجہ صحاح کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا امر اسلام ہمیشہ رہیگا اور انہیں بارہ بزرگوار ہمارے خلیفہ ہو نگے جب تک کہ وہ نہ ہو لیں گے اسلام تمام نہوگا جناب مولوی خلیل احمد صاحب اپنی مولفہ کتاب ہدایات الرشید میں لکھتے ہیں کہ وہ خلفاء دوازدہ گانہ اپنے مخالفوں پر غالب آئیں گے اور اُن کے اوقات میں وقوع فتنہ وفساد نہوگا۔ احادیث میں صرف اُن کی تعداد بیان کی گئی ہے نام کسیکا نہیں بتایا گیا۔ لہذا حضرات اہل سنت نے جنکو بعد آنحضرت خلیفہ رسول سمجھا اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ معوٰیہ۔ یزید۔ عبدالملک۔ ولید۔ سلیمان۔ ہشام۔ یزید ثانی عمر ابن عبد العزیز۔ رسالہ عطر ایمان مولفہ حقیر مطبوعہ ریاض فیض نگینہ کے صفحہ ۷۶ و ۷۷ کو دیکھو انشاء اللہ سب راز کھل جائے گا

بخلاف اہل سنت شیعہ نے بارہ خلفاء اونکو سمجھا ہے جو کہ تمام عالم میں اولاد رسول سے بارہ امام ہیں اور جن کے نام صحابہ کو آنحضرت نے بوقت نزول آیہ اولی الامر بتلا دئے تھے افسوس ہے کہ حضرات اہل سنت نے بہ مخالفت وضدیت اہلبیت نبوی کا خلیفہ ماننا گوارا نہ کیا۔ مگر یزید و ولید وعبدالملک وغیرہا کو امام مان لیا انکو مخاطب کے انصاف سے قوی اُمید ہے کہ اب انکو اس انکار پر جرات نہوگی کہ ذکر اہلبیت سے اوراق قرآن خالی ہیں بحمد اللہ آیت واحادیث مرویہ طریق سینہ سے ایسا ثبوت دیا گیا کہ سوائے تسلیم کوئی چارہ نہ ہوگا

سوال سوم

آنحضرت نے جناب امیر کو بہ الفاظ ظاہر اپنے بعد خلیفہ رسول نہ بتلایا اور یہ کس لئے نہ کہا کہ یہ لوگ مقرر کی سے اُن کی خلافت کو تسلیم نہ کریں گے اگر حضرت صاف لفظوں میں کہ جاتے تو منکر خلافت

بد اصل کے ناہنجار سمجھنے میں کوئی واہمہ نہ رہتا۔

جواب

افسوس ہے کہ مخاطب نے اپنے کتب خانہ کی سیر نہیں کی ورنہ اُن کو وہ احادیث ملجاتیں جن میں بیان تھا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعد ہمارے علی خلیفہ ہونگے۔ حقیر نے چند احادیث ثبت خلافت مرتضوی مطرقہ کے جواب میں لکھدی ہیں مخاطب آنکو ملاحظہ فرماکر اپنا اطمینان فرما سکتے ہیں۔ انجملہ بطور اختصار عرض کرتا ہوں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ میں لکھتے ہیں بحوالہ مشکوٰۃ کہ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر ابوبکر کو خلیفہ کروگے تو سچا اور باامانت پاؤ گے عمر کو باانصاف دیکھو گے علی کو بعد ہمارے خلیفہ کیا تو تمکو بہ ہدایت بہشت میں پہنچا دے گا۔ مگر مجھکو یقین نہیں ہے کہ تم اُن کو خلیفہ کرو جناب مخاطب غور فرمائیں جبکہ راہ بہشت متعلق بہ اطاعت مرتضوی تھی اور جبکہ یہی صحابہ ایسے شخص کی خلافت کو ناپسند فرماتے تھے تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اُن لوگوں کو جنت کی ضرورت نہ تھی دنیا کے بندے تھے سو اُس نے اُن سے خوب موافقت کی مخاطب جانتے ہیں کہ رسول نے کیوں ظاہر نہ فرمایا کہ یہ لوگ علی کو خلیفہ نہ ہونے دیں گے شکر خدا کہ تحریر مشکوٰۃ و تحریر شاہ صاحب سے واضح ہو گیا کہ صحابہ ایسے طالب دنیا تھے کہ باوصف انعام جنت حضرت امیر کی خلافت سے دلتنگ تھے حضرت امیر کو بھی بجائے خود یہی یقین تھا کہ صحابہ مجھکو بعد نبی خلیفہ نہ ہونے دیں گے چنانچہ بخاری شریف کے جزو ششم میں صفحہ ۳۷۹ پر لکھا ہے کہ حضرت عباس نے بعد وفات آنحضرت میں حضرت امیر سے فرمایا کہ درباب خلافت حضرت سے پوچھ لیا جائے جناب امیر نے فرمایا کہ وہ سوائے میرے کسی کو اپنا خلیفہ نہ بتائیں گے مگر صحابہ مجھکو تخت خلافت کے پاس نہ آنے دیں گے ہرچند کہ بجواب مطرقہ میں متعدد احادیث لکھ چکا ہوں جنمیں آنحضرت نے جناب امیر کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ لیکن ایک حدیث اسجگہ بھی لکھے دیتا ہوں تاکہ سائل کا پورا جواب ہو جائے حموینی نے کتاب فرائد السمطین میں لکھا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من حب ان یرکب سفینۃ النجاۃ و یتمسک بالعروۃ الوثقیٰ و یعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیا

ولیعاد عدوہ ولیاتم بالائمۃ الھداۃ من بعدہ فانہم خلفائی واوصیائی وحجج اللہ علی خلیقۃ من بعدی وسادات امتی وقد اموالا تعاد الی الجنۃ حزبہم حزبی وحزبی حزب اللہ وحزب اعدائہم حزب الشیطان) یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو سفینہ نجات پر سوار ہونے اور خدا کی مضبوط رسی پکڑنے کی خواہش ہو تو اسکو چاہیے علی سے محبت اور اُن کے دشمنوں سے عداوت کرے اور نیز اولاد علی سے بھی راہ موالات اختیار کرے کیونکہ بعد میرے وہ خلیفہ واوصیا اور حجت خدا ہیں اور امت کی سرداری اور انقیاد کی راہ نمائی اُن سے متعلق ہے اُن کا لشکر میرا لشکر ہے اور میرا لشکر خدا کا لشکر ہے اور اُن کے دشمنوں کا لشکر شیطان کا لشکر ہے امید ہے کہ جناب مخاطب حسب حدیث رسول اکرم حضرت امیر کی خلافت کے معتقد ہو کر لشکر خدا میں اپنا نام لکھانے کی کوشش کریں گے اور ثابت یعانی مرتضوی کو خدائی نوح سمجھیں گے سوائے ازیں رسالۂ آفتاب خلافت میں حقیر نے ثابت کر دیا ہے کہ بوقت نزول آیۂ وانذر عشیرتکم الاقربین الایۃ میں۔ آنحضرت نے حضرت امیر کو اپنا خلیفہ مقرر کرکے تمام کنبہ کو اُن کی اطاعت کا حکم دیا

سوال چہارم

جبکہ بقول شیعہ خلفاء ثلاثہ بدراہ کنندہ خلایق تھے تو آنحضرت نے اُن کو اپنے پاس سے علیحدہ کیوں نہ کر دیا اور ایسے لوگوں سے رشتہ وقرابت کا سلسلہ کیوں ڈالا جس پر گہری نظر ڈالنے سے سخت پیچیدگی لاحق ہوتی ہے اور بلفرض حضرات ثلاثہ کے ذیحق اور صاحب مرتبہ ہونیکا یقین پیدا ہوتا ہے

جواب

حقیقت الامر یہ ہے کہ آنحضرت کو خدا نے ترویج دین واشاعت ملت کے لئے مبعوث فرمایا تھا اخلاق کریمانہ سے بلطف ومدارا پیش آنا آپ کا فرض ذاتی تھا مطلب یہ تھا کہ لوگ اُن سے وحشت نہ کریں بلکہ خلق ومروت دیکھ کر اُن سے پیوستگی اختیار کریں۔ چنانچہ آپ کو جو حکم باری دربارۂ معاشرت تھا وہ بارہ دلن تھا ہیں اسطرح بیان کیا گیا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت

فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک یعنی اے ہمارے حبیب رحمت سے تو اُن کے لئے نرم طبیعت وخلیق مزاج ہوا اور اگر تو تندمزاج وسخت طبیعت ہوتا تو تیرے پاس یہ لوگ ہرگز نہ آتے بلکہ گریز و فرار اختیار کرتے مخاطب ، انشاء اللہ ذی فہم ہیں بجائے خود انصاف فرمائیں کہ آنحضرتؐ کے لشکر میں تین طرح کے آدمی تھے ۔ مومن ۔ مولفۃ القلوب ۔ منافق ہم نے آجتک نہیں سنا کہ ان اقسام ثلاثہ کے لوگوں سے آنحضرت نے کسی کو دستکار بنائی ہو بحکم آیہ وافی ہدایہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین آنحضرت بالخصوص قتال اہل نفاق پر مامور ہوئے تھے مگر بعض مصالح سے خود ۔ کیا بحکم یا علی حربک حربی دست مرتضوی پر اُس کو موقوف ومحمول کر دیا سنتہ ومراتب صرف شیخین ہی سے نہیں کیا بلکہ ابوسفیان کی بیٹی مسماۃ ام حبیبہ بھی آنحضرت کی زوجیت میں داخل تھیں بلکہ اس سے بالاتر چند کفار بھی آپ کے خسر تھے مطلب ان شرارت پیشہ لوگوں کے خسر بنانے سے یہ تھا کہ شاید تقرب واختصاص سے اُن کے خصائل ذمیمہ بدل جائیں ۔ اور عادات قدیمہ چھوڑکر راہ راست اختیار کریں مگر لقولے درختے کہ تلخ ست دیرا سرشت ✦ اگر درنشانی بباغ بہشت ✦ وازجوئے خلدش بہنگام آب ✦ بہ بیخ انگبیں ریزی وشہد ناب ✦ سرانجام گوہر بکار آورد ✦ ہماں میوہ تلخ بار آورد ۔

نبی کی صحبت شبانہ روزی وتعلقات شبانہ روزی وتعلقات رشتہ مندی نے ان لوگوں کو کچھ بھی فائدہ ندیا ۔ ملا جامی فرماتے ہیں **بیت** ہر کہ را دی بہ بہبود منود ✦ دیدن روئے نبی سود نبود

صاحب صواعق محرقہ جو کہ اہلسنت کے بڑے معتمد عالم ہیں تحریر فرماتے ہیں ان بنی تیم و بنی عدی کانوا اعداء لبنی ھاشم فی الجاھلیۃ یعنی حضرت ابوبکر وعمر کا خاندان بنی ہاشم سے قدیمی عداوت رکھتا تھا ۔ پس جناب شیخین کی بیٹیوں سے آنحضرت نے اسے واسطہ تعلق پیدا کیا تھا کہ شاید عداوت قدیم مستحیل بہ موالات ہو جائے مگر افسوس ہے کہ آنحضرت کی صحبت شبانہ روزی ومجلس نشینی نے اُن کے دلوں سے اُس مواد عداوت کو نہ نکالا ۔ بلکہ اور ترقی پذیر ہوکر خاندان نبوت کی بربادی کا سبب ہو گیا ۔ نبی حجت خدا تھے اُن کا کام احکام خدا کا پہنچانا

بہ محبت و اخلاق معاشرت کرنا تھا سو اسکو بہ احسن الوجوہ کر دیا اب ماننا نہ ماننا خلایق کے اختیار میں تھا۔ میں بایں خاطر مخاطب کو دنیا کے لوگوں میں اُسکی مثال بتلاتا ہوں ہندوستان میں جو سرکش راجپوت تھے۔ سلاطین اسلام نے اُن کی بیٹیوں کو صرف اس واسطے لیا تھا کہ بوجہ رشتہ داری شر و فساد دور ہو کر ملک میں امن پھیل جائیگا متمدن لوگ اکثر ایسا کرتے ہیں مگر بندی رشتہ خلفا کی اصلاح حال کا سبب نہیں ہو سکتا۔ مخاطب کو چاہیے کہ کردار شایستہ سے اُن کا ذیعزت ہونا ثابت فرمائیں۔

سوال پنجم

جبکہ رسول اکرم کی ازواج مطہرات ام المومنین کہی جاتی ہیں تو اس لحاظ سے وہ جناب سیدہ و حسنینؑ کی مائیں ہوئیں اندریں صورت اُن کی خدمت میں یہ گستاخی کیوں کی جاتی ہے جسکو شیعہ کرتے ہیں۔

جواب

حضرت طلحہ نے جبکہ آیۂ حجاب نازل ہوئی یعنی پردہ زنان کا حکم صادر ہوا تو فرمایا کہ محمد اپنی بیبیوں کو اب پردہ میں بٹھایں اُن کی وفات کے بعد میں عائشہ کو اپنے نکاح میں لاؤں گا حضرت طلحہ کی بدنیتی سے جناب احدیت نے بغرض تحفظ عزت نبوی حکم دے دیا کہ ازواج نبی ام المومنین ہیں یعنی جس طرح اصلی ماں سے تم نکاح نہیں کر سکتے ایسے ہی نبی کی بیبیوں کو عقد میں نہیں لا سکتے۔ حضرت طلحہ عند السنۃ حواری رسول ہیں مصدوق بالا سے اُن کے ایمان کا اندازہ کرنا چاہیے کہ احکام خدا کا کس خوبی سے اعتقاد و اعزاز فرماتے تھے اور ناموس نبی کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے عجب نہیں کہ بی بی عائشہ پر ان کی بدنظری باعث نزول آیۂ حجاب ہوا تھا پس ہم حضرت عائشہ و حفصہ و دیگر ازواج کو ان عیوب سے بری جانتے ہیں جو کہ ذی عزت عورتوں کے منافی شان ہیں جو شخص اُن کو بُرے لفظوں سے یاد کرے یا کہ اپنر کوئی ایسا الزام لگائے جس سے اُن کی پاکدامنی پر حرف آئے اسکو ہم

تمام شیعہ فاسق جانتے ہیں۔ البتہ بجرم عداوت اہل بیت اُن کی ذات پر وہ جملہ قرآنی وارد کرتے ہیں جو کہ کاذب و ظالم پر قرآن میں وارد ہوا ہے اور جبکہ اُن کی سوئے کرداریوں پر مخاطب مطلع ہوں گے مثل ہمارے وہ بھی اُن الفاظ کے پیش کرنے میں مضائقہ نفرمائیں گے۔ حضرت عائشہ جو کہ عند السنیہ نہایت معزز ہیں۔ خلاف حکم خدا اور رسول گھر سے باہر نکل کر حضرت امیر سے برسر جنگ ہو کر ہزارہا مومنین کے قتل کی باعث ہوئیں امام حسن علیہ السلام کے جنازہ پر تیر چلوائے دیکھو اصل الحقیقت برد الحقیقت مولفہ حقیر مخاطب خود انصاف فرمائیں کہ اگر بی بی صاحبہ کو بجرم معاملات بالا الفاظ معلومہ سے یاد نہ کیا جائے تو کیا ایسی محرب اسلام و دشمن خاندان نبوت کی روح پر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے خدا نے سورۂ تحریم میں خبر دی ہے کہ اُن کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے جملہ فقد صغت قلوبکما قابل تلاوت ہے خدا نے نبی کو اُن کے اندرونی منصوبوں پر مطلع فرما کر آگاہ کر دیا تھا کہ یہ دونوں (عائشہ وحفصہ) تمہاری ایذادہی وصدمہ رسانی پر کمر بستہ ہیں مگر ان کے کوئی تدبیر اذیت رہ نہ ہوگی کیونکہ خدا و جبرئیل وصالح المومنین و دیگر ملائکہ تمہاری امداد کو موجود ہیں اُن کی نامسلمانی کو بھی (خیرا منکن مسلمت مومنت) سے ظاہر کر دیا بالآخر زوجہ نوح و لوط علیہم السلام کو جو کہ کافرہ تھیں اُن کے ساتھ تمثال میں پیش کر دیا۔ پس ایسی عورتوں کو پیشوائے دین سمجھنا خیلے بعید العقل ہے۔

اگر بقدر مخاطب اپنے کتب خانہ کی سیر فرمائیں گے تو بی بی صاحبہ پر احکام کفر جاری کر کے اُن سے وہ ہی برتاؤ کریں گے جو کہ کافروں سے کرتے ہیں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ کے باب دوازدہم میں صفحہ (۲۲۶) پر لکھتے ہیں (محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت و بغض ست نزد علمائے اہل سنت کافر ست باجماع وہمیں ست مذہب ایشاں در حق خوارج و اہل نہروان) شاہ صاحب نے محاربین حضرت امیر کے لئے بغض و عداوت کی شرط لگائی ہے یعنی اگر از راہ عداوت لڑے تو کافر ہیں اور اگر دوستانہ طریقہ سے جنگ کی۔ تو میں نے آج تک نہیں سنا کہ جو شخص باہم (؟) حاجتیں سے بیزار ہاکے خون بہانیں اور پھر محارب

ایک دوسرے کے دوست بھی ہوں۔ لیکن حقیر ثابت کئے دیتا ہے کہ یہ جنگ مصنوعی نہ تھی جیسا امتحان ازواج کے لئے کیجاتی بلکہ مخالفانہ تھی خود صاحب تحفہ بذیل مطاعن ابوموسیٰ اشعری لکھتے ہیں ازد قتیکہ حضرت امیرؓ بر سریر آرائے خلافت راشدہ متمکن شد بقدر مقدور در تسکین فتنہ و دفع مخالفان کہ طلحہ و زبیر وام المومنین عائشہ صدیقہ و ابویعلی بن امیہ وابوموسیٰ اشعری و دیگر صحابہ کرام بودند کوشش و سعی فرمود و از قتل و قتال و جنگ و جدال با ایشاں پاک نفرمود نظر بہ واقعات صدر کرکے بی صاحبہ کے مقدمہ میں مخاطب خود اپنی رائے سے فیصلہ صادر فرمائیں۔

سوال ششم

بوقت مشورہ حضرت علی نے کیوں خلفاء کو ایسی رائے دی کہ جس سے انکو امر مشورہ طلب میں کامیابی ہوئی اگر حضرت امیرؓ حسب اعتقاد شیعہ انکو متصرف امر ناجائز جانتے تھے تو لازم تھا کہ ایسی کج رائے دیتے کہ جس سے اقتدار خلافت برباد ہوجاتا۔

جواب

بے شبہ معاملات دینی و امور تمدنی میں خلفاء نے جب حضرت امیرؓ سے مشورہ طلب کیا آپ نے انکو نیک رائے دی یہ بات حضور انورؑ کی انتہائے اہلیت پر دلالت کرتی ہے کہ باوصف مخالفت اچھی تدابیر بتلاتے تھے ورنہ مخالف کا راہ نیک بتلانا بعید الخیال ہے حقیقت واقعی یہ ہے کہ حضرات خلفاء حسب الارشاد نبیؐ و مشاہدہ ذاتی و تجربہ متواتر خوب جانتے تھے کہ تمام اسلام میں علی سے زیادہ مصالح دین کا جاننے والا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور صلاح حال اسلام اُن کا شیوہ خاص ہے۔ ممکن نہیں کہ کبھی کوئی ایسی رائے دیں جس سے دین نبوی کو کوئی ضرر پہنچے۔ لہذا جب خلفاء کو دینی یا دنیاوی کوئی مشکل پیش آتی تھی اور حضرت امیرؓ سے رجوع کرتے تھے تو آپ نظر حفاظت اسلام و ازدیاد عزت دین وہی رائے دیتے تھے کہ جیسا علم اُن کو نبی سے پہنچ چکا تھا یا انکا اُن کی عقل صائب اجازت دیتی تھی۔ معاملات متعلق بہ فلاح اسلام میں نیک صلاح دینی آپ کی خوش نیتی اور اپنے بھائی کی بیمثل مذہب کی حمایت و نگہبانی پر دلالت کرتی ہے نہ کہ خلفا کی دوستی و محبت پر چونکہ خلفاء یہ بہانہ ترقی اسلام و اشاعت

کو بڑھاتے تھے اور جہاد کی آڑ لیکر لوگوں پر ظاہر کرتے تھے کہ ہم دین محمدی کی ترویج کرتے ہیں لہذا
ایسے موقع پر جب آپ سے رائے طلب کیجاتی تھی تو جناب اُن لوگوں کے مقصد دنیا طلبی سے قطع نظر کے
غرض ظاہری جسکا تعلق عرف اسلام سے تھا مرکوز خاطر فرما کر وہ متین و اثر خیز تدبیر بتلاتے تھے کہ جس
سے دین نبوی کا وقار بڑھے اور بہ نظر کفار اُس کے اقتدار میں قوت ہو دیکھو جبکہ کفر و اسلام کا مقابلہ ہوتا
ہے اسوقت تمام مسلمان چہ شیعہ و چہ سنی سب ایک ہو کر بر سر مدافعت ہو جاتے ہیں جو علمائے اہل سنت بحبہ
میں وعظ فرماتے رہتے ہیں کہ تعزیہ نہ بناؤ۔ مجالس بر پا نہ کرو ماتم کے لئے ہاتھ نہ اُٹھاؤ تنازعات
قوم میں دیکھا گیا ہے کہ وہ ہی علماء نقل ضریح اقدس کو سر پر اُٹھائے اُٹھائے دم پنجتن کہتے پھرتے ہیں
اور مع اپنے مقلدین کے حلقۂ ماتم میں کھڑے ہو کر ایسے جوش سے سینہ زنی کی ہے کہ سبحان اللہ جو نکہ کفر
و اسلام کا تنازع ہوتا ہے۔ لہذا اسوقت سنی صاحب یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم امر جائز کی تائید کیوں کریں
علی ہذا حضرت امیرؑ نے خلفاء کی اس جہت سے امداد کی کہ وہ خلعت اسلام پہنکر کفار عرب سے دست
و پنجہ ہوتے تھے اور خدا کی وحدانیت و اقرار نبوت پیدا لوگوں کو مسلمان بنا کر فتح ممالک کرتے تھے۔ اگر ایسے
مواقع پر حضرت امیرؑ ان کی مشکلات کو حل نہ فرماتے تو گویا ترویج اشاعت اسلام ظاہری سے مانع ہونے
کا الزام اُٹھاتے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت نے تقریباً ۲۳ برس تک ظاہری طور پر نبوت کی جو کا
اثر پورا پورا تمام ملک عرب میں ہوا تھا بعد رحلت آنحضرت قبائل عرب میں ارتداد شروع ہو گیا تھا اکثر علمائے ملک
غیر سے بعض امتحاناً و بعض استفادتاً حالات اسلام دریافت کرنے کے لیے آتے تھے تا کہ حقیقت حال پر
مطلع ہوں۔ عقلاء غیر مذاہب کو جواب مسکت و تسلی بخش دینا اُس شخص کا کام تھا کہ جس نے بچپنے میں زبان
نبی چوس کر بہ برکت لعاب دہن اقدس علوم اولین و آخرین کی ماہیت پر اطلاع پائی ہو۔ جسکو خود
رسول مقبول نے افضل ترین امت و ارجح (واذن واعیہ ریاد رکھنے والا کان) کا خطاب دیا ہو
اور اپنے علوم نامتناہی کا دروازہ بتایا ہو۔ جس کو خدا نے نفس نبی تجویز فرمایا ہو۔ جس کو نبی نے
بقول مخالف و موالف ہزار باب علم تعلیم کئے ہوں جسکو رسول نے بہ مفاد حدیث القرآن مع علی
و علی مع القرآن حامل رموز قرآن ارشاد فرمایا ہو جس کے باب میں نبی نے بقول امام فخرالدین

رازی تو بجز علمائے اہل سنت در باب شرکت امر نبوت اُن لفظوں میں عاکی ہو جن میں جنابِ ؐ نے
حضرت ہارون کے لئے کی تھی اِن صفات جمیلہ کا حامل سوائے علیؑ مرتضیٰ کے تمام صحابہ میں کوئی نہ تھا
جانشینانِ نبی یعنی حضرات خلفاء ثلثہ جن سے بوجہ تعلقات ظاہری خلائق دریافت کرنے آتی تھی
علوم دینی سے ایسے بے بہرہ تھے کہ بسم اللہ و الحمد للہ و سبحان اللہ تک معنی نہ جانتے تھے دیکھو کتاب
زین الفتیٰ مؤلفہ علامہ عاصمی حضرات ثلاثہ کا مسائل سے جہل بطور فہرست حقیر نے رسالہ وُرلے بہا
میں بیان کردیا ہے دینی معاملات کا جاننا تو علم پر موقوف ہے اُنکو سیدھی طرح پیشاب کرنا بھی
نہ آتا تھا۔ تو ہم کشادگی مقام معروف کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے بیٹھ کر موتنا مضر بتلاتے تھے
رسالہ بحث نفحیر میں حقیر نے جناب عمر کا وہ قول بھی نقل کردیا ہے جو کہ اُن کی زبان مبارک سے
یہ الفاظ صادر ہوا تھا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے جوڑی ہو جاتی ہے اور کھڑے ہو کر موتنے کی
منقبض رہتی ہے۔ جن وجوہ سے خلیفہ صاحب مقام علوم کو تنگ رکھنا بحق خود اصلح سمجھتے تھے اسکو
بزبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا البتہ میاں نبی کے دفتر میں اسکا پتہ لگ سکتا ہے سوائے اس
بعد فراغت۔ پانی سے نہ دھوتے تھے بلکہ سر پیشاب گاہ کو انگلیوں میں دبا کر دیوار وغیرہ اسطرح رگڑا
کرتے تھے کہ جیسے بندر سانپ کے کچھ کو مل دل کر بیجان کردیا کرتا ہے۔ عرب میں جاکر دیکھئے اسوقت
بھی اکثر آدمی دیوار یا زمین سے رگڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یا تمیز سی کیقدر ترمیم کے بعد آج
تک اُسی طریقہ اور قاعدہ پیشاب کو ڈھیلے سے خشک کرلیتے ہیں دیوار یا زمین سے چسپاں نہیں
ہوتے ایسے شخص دوسرے آدمیوں پر حقایق اسلام کیونکر ظاہر کر سکتے تھے۔ اُن کی کچہری
میں سوالات علمی کا جواب سوائے لاٹھی سونٹے۔ لات گھونسے اور کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ مذاہب
غیر کے چند آدمی بجرم دریافت حالات اسلام زیر کشش و دید کئے گئے اسوقت میں جبکہ اسلام
تازہ تھا اور لوگوں کی طبائع میں وقعت ایمان پورے طور پر جاگزین ہوئی تھی اگر حضرت
امیر علی علیہ السلام نزدیک نہ کئے اور علمائے غیر مذاہب کو جواب شافی دیتے تو کشتی اسلام جس کے ملاح
آپ کے حالات سے بے خبر تھے چکر کھا کر بیٹھ جاتے۔ خلفاء کا کیا بگڑتا تھا۔ عرب کے بدو

سوائے لوٹ کھسوٹ اور مار دھاڑ کچھ بھی نہ جانتے تھے ۔ ارتداد ظاہری اختیار کرکے پھر وہی پیشہ کرنے جسکو قبل از اسلام کرتے تھے (لوٹ) حضرت امیرؑ خوب جانتے تھے کہ یہ لوگ تو مغلوب کفار ہو کر دامن جہاد کے الگ ہو جائیں گے ۔ لیکن میری خاموشی و پہلو تہی بنیاد اسلام کو ڈھیلا کرکے انجام کار حصار دین کو گرا کر زمین سے ملا دے گی لہذا آپ نے تمام خلفا اور اکثر حضرت عمر کی مشکلات کو حل فرمایا جناب عدم کا یہ قول مشہور عالم ہے کہ خدا اس روز عمر کو دنیا سے اٹھائے جبکہ انحلال معضلات کے لئے علی موجود نہوں اسی واسطے ہر وقت اُن کے مُنہ میں شکریہ کے لئے بڑا لمبا نعرہ (لولا) رہتا تھا حسب روایات اہلسنت ایک جنگ میں جانے کے لئے حضرت عمر نے مشورہ لیا کہ میں بذات خود میدان میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں جناب امیرؑ نے فرمایا کہ آپ یہاں ہیں بیٹھے بیٹھے تدابیر کرتے رہیں اُن کا رد کر دینا عین حمایت اسلام تھی کیونکہ اگر حضرت عمر کوئی نامی سپہ سالار یا جنگ آزما بہادر ہوتے اور کبھی صف جنگ میں کوئی نمایاں کام کیا ہوتا تو حضرت امیرؑ ایسے بہادر فاتح کو جس کی دشمن کے مقابلہ میں ضرورت ہوتی ہے کبھی نہ روکتے بلکہ بہ اصرار آمادہ کرتے ۔ لیکن وہ تو اُن کو بدر و اُحد و خیبر و حنین میں دیکھے ہوئے تھے خوب جانتے تھے کہ یہ بزرگ حرب گاہ میں زیادہ ٹھیرنے کے عادی نہیں اور آلات جنگ کی تابش و چمک سے خیرہ چشم ہو کر کافور مزاج ہو جاتے تھے ۔ اگر عین ہنگامہ میں ان کے حسب عادت قدیمانہ پیر اکھڑ گئے اور حرب گاہ سے کھسک کر کیمپ میں چلے آئے تو کفار سردار اسلام کی بزدلی پر مطلع ہو کر سمجھ لیں گے کہ یہ گروہ چنداں باوقعت نہیں ہر چیز کی قدر و منزلت وہ ہی جانتا ہے جو کہ اُسکو بناتا اور پیدا کرتا ہے ۔ کوئی ہرا بھرا شاداب باغ اگر اس شخص کے سامنے اُجڑ جائے جس نے بیلچہ لیکر اُسے بنایا یا باغبانی کی ہو اور گرمی کے موسم میں سر پر پانی کے گھڑے رکھ کر انہیں تازگی پہنچائی ہو تو جو صدمہ اُسکو گذرے گا وہ اس شخص کو نہیں ہو سکتا جس نے اُسکو مول خریدا ہو یا کہ مالک سے بہ جبر و غصب لیا ہو یہ ہی حالت بعینہ حضرت امیرؑ کی ہے ۔ بہ اتفاق امت اسلام کے ہر پودہ نے علی کے خون سے نشو و نما پیدا کیا اگر علی و اولاد علی کے پاک و طاہر خون کی نہریں نہ چلتیں تو شجر اسلام خشک ہو جاتا ۔ سوال اوّل

کے جواب میں عمرابن عبدود کے کچھ اجمالی حالات میں نے بیان کی ہے ضرورت ہو قع دیکھ کر اُس کی تفصیلی کیفیت بیان لکھتا ہوں جس کے معائنہ سے انشاءاللہ واضح ہو جائے گا کہ علیؑ نے ابتدائے اسلام میں سربازی کرکے بڑی گہری نیو کھود کر مضبوط پتھر گاڑا تھا۔ اپنے مہام کی رعونت آمد دیکھ کر خلیفہ دوم نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ کے ہمراہی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتے یہ آدمی نہیں بلکہ دیوزاد ہے۔ عمر جیسے پرخشونت و تیزمزاج آدمی سے یہ ہوشربا خبر سنکر لشکر اسلام کے ہوش جاتے رہے کان تو جوں نہ تھا کہ جب ہمت تیغ زنی نہ رہی حضرت عمر کی تاریخ دانی اور محققانہ خبر نے یہ اثر ڈالا کہ بزدل بیچارے بے چمڑی مرنے لگے۔ آنحضرت ہر چند ترغیب جنگ دیتے ہیں جرات دلاتے ہیں۔ مگر ایک صاحب پیر نہیں ہلاتے۔ حضرت عمر کے فقرات زنجیر پا ہوگئے رسول پاک گھبرا گئے کہ عمر نے اچھی جگہ مادہ تاریخ نکالا کہ لوگ خوف سے نیم جان ہوگئے یہ صورت دیکھ کر حضرت امیرؑ کی آنکھوں میں زمانہ تیرہ و تار ہوگیا۔ درد دین و جوش اسلام سے ہو دیا نہ عرض پیرا ہوئے کہ یا حضرت گو کہ یہ کیسا ہی بہادر کیوں نہو مگر میں ضرور اسکے مقابلہ کرنے جاؤں گا۔ حضور اجازت میدان عنایت فرمائیں۔ رسول مقبول علائے رحمت میں نہایت محبت و تعلق طبیعت سے دریغ و مضائقہ فرماتے تھے اور علی اصرار کو حد غایت سے بڑھاتے تھے بالآخر تن تنہا نبی کی دعاؤں کا لشکر لیکر میدان میں گئے اور بعد ردّ و بدل شدید ایک ضرب میں شل خیار دو ٹکڑے کر دیا۔ صاحب ما ینطق عن الہوی نے یہ جملہ فرما کر کہ ضربت علی یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم القیامۃ یعنی علی نے جو روز خندق عمر ابن عبدود کے سر پر ضربت لگائی وہ میری امت کے تمام اُن اعمال سے افضل ہے جو کہ قیامت تک کریں گے۔ حضرت امیرؑ کی عزت افزائی فرمائی چونکہ علیؑ یہ مثل نبیؐ حافظ اسلام اور اُس کے ترقی خواہ تھے لہذا اُن سے نہ رہا گیا اور تائید یزدانی و قوت ایمانی سے دشمن دین نبوی کو پیوند خاک کر دیا۔ اُحد میں اکثر صحابہ و بالخصوص جناب ثلاثہ آنحضرت کو زغمہ کفار میں چھوڑ کر ایسے تیز قدم ہوئے کہ اپنے مرشد و ہادی کو بچا پھر کر بھی نہ دیکھا کہ کفار نے اُن سے کیا سلوک کیا

بھلے مانسوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ زیر درخت ببول (بیعت رضوان) ہم نے کس عہد سے تجدید بیعت
کی تھی۔ علی چونکہ شریک امر نبوت و باعث جوائے کار شریعت تھے وہ کیونکر معرکہ سے ہٹتے اور
رسول اکرم کو تنہا چھوڑتے برابر لڑا کئے نبی کو صدمہ اعداء سے بچایا اور کفار کو پسپا کر کے دین
نبی کا بول بالا کیا بدر میں اکثر کفار کا خون بہایا خیبر میں حارث و مرحب کا جو حال بنایا وہ محتاج
بیان نہیں پس جس شخص نے اسلامی پودے کو اس طرح مضبوط کیا ہو وہ کیونکر گوارا کر لیتا کہ علمائے
غیر مذاہب کے علمی حملوں کو رد کر کے جواب نہ دیتا اور تخمین کی ایسی درماندگی میں جبکہ وہ عاجز ہو کر
جب وہ اس نگراں ہوتے تھے مدد نہ کرتا اگر کفار کی نگاہ میں اسلام بیوقعت ہو جاتا تو سوائے نبی
و علی کے اور کون تھا کہ اس باغ کے اُجڑ جانے سے صف ماتم بچھا کر روتا اب انش کو خود فرمانا چاہیے
کہ حضرت امیر کی وہ رائے زنی و مشورہ دہی خلفاء کے اتحاد سے نہ تھی بلکہ صرف محبت اسلام سے
علی سبات کے بالذات ذمہ دار تھے کہ اسلام کی نگہبانی کریں اور اُس پر کوئی حرف نہ آنے دیں وجہ یہ
تھی کہ علی نے نبی کی گود میں پرورش پائی تھی ہمیشہ اُن کی کفش برداری و تابعداری کو اپنا فخر سمجھا
تھا تمام رموز اسلام اور اس کے غوامض کو نبی سے سیکھے ہوئے تھے۔ قدرت نے اُن کے قلب کو نور ایمان
سے روشن کر دیا تھا۔ صغیر سنی میں بہت استقلال کے ساتھ آنحضرت سے وعدہ کر چکے تھے کہ میں
اس دین کی پورے طور پر امداد کروں گا تمام بنی ہاشم و قریش میں یہی ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے اجرائے
کار رسالت میں مدد دینے سے آنحضرت کو پورا اطمینان دلایا تھا۔ قبل از اشتہار نبوت آنحضرت نے
اپنے تمام کنبہ کے لوگوں کو جمع کر کے دعوت طعام کی۔ بعد فراغ فرمایا کہ میں خدا کی جانب سے پیغمبر
اولوالعزم مقرر ہوا ہوں قریب ہے کہ جمیع مذاہب باطلہ کو دنیا سے اُکھاڑ جھوٹی بنیاد ان کو متزلزل
کر کے سچی وحدانیت کی روشنی پھیلاؤں شرک و بدعت و کج اخلاقی کو صفحہ عالم سے مٹاؤں ایسا
آفتاب دین روشن کروں کہ جس کے اُجالے سے سب رہرو عرصہ ہستی صراط مستقیم پر قائم ہو جائیں
آپ صاحبوں سے جو کہ اس مجمع میں میرے قبیلے سے موجود ہیں۔ کوئی شخص ایسا ہے کہ اس عظیم
الشان مہم میں میرا مددگار رہے۔ حاضرین جلسہ نے جو کہ محض ظاہر بین تھے اتنی بڑی بات سنکر

گردنیں نیچی کرلیں حالانکہ بوڑھے جوان ہر جنس کے آدمی اس جلسہ میں موجود تھے علیؑ مرتضیٰ باوصف صغر سنی اس جماعت سے کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ یا حضرت حضور شوق سے اعلان امر حق فرمائیں میں انشاء اللہ ہر طرح آپ کی امداد کو موجود ہوں تا بمقدور و امکان نصرت دین میں پوری جانفشانی کروں گا آپ کی حمایت و نگہبانی میں جان جیسی عزیز چیز کو بحقیقت محض سمجھوں گا کم عمر بچے سے یہ تہورانہ تقریر سنکر ارباب جلسہ بہ تحیر ششدر و حیران تھے کہ یہ نوخیز بچہ ایسے عظیم الشان امر کو کہ جسکو ظاہر کیا گیا کیونکر انجام دے گا بعض جاہل ازراہ تمسخر حضرت ابوطالب سے کہا کہ آپ کو اپنے بیٹے کی اطاعت کرنی چاہیے آج سے وہ سردار ہوا اور آپ تابعدار محققین و مورخین اہلسنت نے اس واقعہ کو بشرح عظیم اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے بلکہ بعض اہل یورپ نے بھی اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے احتیاطاً اُن کتابوں میں نام بقید صفحہ لکھے دیتا ہوں تاکہ تلاش کنندہ کو دقت نہو۔ تاریخ جریر طبری جلد اول حصہ ۲ صفحہ (۱۱۷۰) تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳ تاریخ ابوالفدا صفحہ (۱۱۸) و صفحہ ۱۱۹ ۔ خصائص نسائی صفحہ (۵۵ و ۵۶) معارج النبوۃ صفحہ ۲۴ و ۲۵ تاریخ زوال سلطنت روم مولفہ گبن صاحب جلد ۵ صفحہ (۴۸۵)

سوائے ازاین حضرات اہلسنت کو تسلیم ہے کہ علیؑ بحکم نبی نصرت دین حق کے ذمہ دار تھے اور مذہب اسلام کی مددگاری اُن کے فرائض ذاتی میں داخل تھی چنانچہ غدیر میں جو بشیر و نذیر نے بحق مرتضوی لفظ مولی کا استعمال فرمایا تھا اس کے معنی حضرات اہلسنت محب و ناصر و مددگار بتلاتے ہیں ہرگاہ حسب تسلیم اہلسنت حضرت امیر حکما و ناصر دین تھے اور منجانب رسول مقبولؐ خاص طور پر حمایت اور نصرت اسلام پر مامور کیے گئے تھے تو بعہد خلفا جو آپ نے شیخین کی حل سوالات مشکلہ میں امداد کی اور درباب امور متعلق اُن کو عندالمشورہ نیک رائے دی وہ سب بنا بر تعلقات مذہبی تھی نہ کہ بمحبت خلفا کیا آپ نے شیخین کی کسی بھی خدمت کو انجام دیا یا اُن کے ذاتی معاملات میں امدادی ہیں ہیں حضرت نے اپنی فراست ذاتی و کمالات نفسانی سے اس امر کی کمک کی جس کا کرنا اُنکو ہر طرح ضروری تھا اسجگہ ایک اور نکتہ بلیغ قابل نظر ہے عموماً حضرات اہلسنت جناب امیر کو ناقابل

خلافت وانتظام مملکت خیال کئے ہوئے ہیں اُنکو سوچنا چاہئے کہ جس شخص سے خلفاء با وصف قوت تدبر معاملات ملکی و امور تمدنی میں رائے لیکر کاربند ہوتے تھے اور بالآخر اسی میں کامیابی حاصل کرتے تھے اس سے بالاتر عقل و دانش میں اور کون شخص ہوسکتا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مثل سلاطین دنیا چال بازی کو بُرا جانتے تھے ہر معاملہ میں اتباع احکام خدا کو مقدم سمجھکر کاربند ہوتے تھے۔ خلاف شرع کام کرنا پسند فرماتے تھے اگر اصطلاح اہلسنت عدم قابلیت اسی کو کہتے ہیں تو ہم بصد خوشی اسکو منظور کرنے کے لئے تیار ہیں میں امید کرتا ہوں کہ جناب مخاطب اپنا سوال واپس لینے میں کوشش کرکے کیمی ہونے سے بھی یہ خیال فرمائیں گے کہ حضرت امیر کی شورہ دہی بر بنائے اتحاد خلفا تھی

سوال ہفتم

ہرگاہ حضرت امیر علیہ السلام شیخین کرام کو متصرف بہ امر ناجائز جانتے تھے تو اُن کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی جس سے اسلام میں اشتباہ عظیم پیدا ہوگیا۔

جواب

تمام کتب تواریخ و سیر و احادیث میں درج ہے کہ حضرات شیخین رضوان اللہ تعالیٰ رسول مقبول کو بے غسل و کفن و دفن چھوڑکر بغرض انتظام خلافت سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اور حضرت امیر مع چند صحابہ مخصوصین و بنی ہاشم کفن و دفن میں مشتغل رہے چنانچہ زمانہ حال کے محقق کامل و سردفتر مشکلین سنیہ جناب مولوی خلیل احمد صاحب دیوبندی جنکی کتاب ہدایات الرشید کو حضرات علمائے اہلسنت نے نمونۂ عجائب قدرت خداوندی کا خطاب دیا ہے ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۵۱) پر لکھتے ہیں کہ شیخین نے دفن سرور عالم پر انتظام خلافت کو اسواسطے مقدم کیا کہ نعش اقدس متعفن ہونے سے محفوظ تھی اگر خلافت پر دفن کو تقدیم دیجاتی اور انصار میں سے کوئی خلیفہ نامزد ہوکر اسلامی مسند پر بیٹھ جاتا تو کشتی اسلام درہم برہم ہوکر اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوتی کہ کسی تختہ کا پتہ نہ لگتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرات خلفاء دفن نبی میں شریک نہیں ہوئے اور انصار جن کی صفت قرآن

میں دسوح ہے ایسے تھے جن کے خلیفہ ہونے سے جہاز اسلام تباہ ہو جاتا۔ بعد انتقال ایسی
سقیفہ حضرت صدیق اکبر نے جناب امیرؑ کو بغرض اخذ بیعت بلایا آپ نے اپنا حق بخلافت ہونا
با بین دلیل واضحہ ثابت فرمایا کہ حضرت اول ساکت ولا جواب ہو گئے۔ شیخ جمال الدین محدث
نے روضۃ الاحباب میں اس قضیہ کے متعلق بڑی طولانی گفتگو کر کے کہا ہے کہ ابو بکر چوں دید
کہ کلمات علی جملہ محکم و استوار و مقابل صد ہزار اسہام است ازراہ رفق و مدارا پیش آمدہ گفت کہ اے
ابو الحسن مرا گمان نبود کہ تو در این امر با من مخالفت خواہی کرد اکنون کہ مردمان با من اتفاق
کردند تو نیز اگر موافقت کنی ظن من مطابق واقعہ خواہد شد و اگر بافضل مصلحت نہ بینی حرجے تو نیست
علی بر خاست و بخانہ خود رفت) سوائے از این شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے تھے کہ علیؑ زاہد ترین
صحابہ تھے مگر شیخین کے زہد سے اُن کا زہد کم درجہ رکھتا تھا۔ باین معنی کہ شیخین نے حصول خلافت
میں کوئی کوشش نہیں کی اور علی ہر طرح کی تدابیر عمل میں لائے کہ میں نبی کا مستقل خلیفہ ہو
جاؤں علاوہ بر آں بخاری و مسلم و دیگر کتب میں لکھا ہے کہ تا حیات سیدہ حضرت امیرؑ اور
با تباع اُن کے کسی بنی ہاشم نے حضرت صدیق کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جبکہ فاطمہ علیہ السلام وفات
پا گئیں تو لوگوں نے علیؑ سے منہ پھرا لئے اور وہ رو داری و احترام چھوڑ دیا جو کہ حیات جناب
سیدہ میں کرتے تھے تب علی نے مضطر ہو کر حضرت ابو بکر سے بیعت یا صلح کر لی میں یہ بھی اہل ایمان
کو دکھلانا چاہتا ہوں کہ علی کہاں تک حضرات شیخین کی خیر لیتے تھے اور وہ بزرگوار کس حد تک
اون کا احترام کرتے تھے۔ ۱۲ مجلدات دفتر سینہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ فاطمہ پر گئے اور چلا چلا کر پکارے کہ اس گھر کو جلا دو۔ فاطمہؑ نے
پس درِ کھڑے ہو کر کہا کہ اے میرے باپ کے مصاحب خاص اس گھر میں رسول خدا کی امانت
حسنین موجود ہیں آگے میرا قلم جرأت نہیں کرتا کہ خلیفۃ اللہ نے کیا فرمایا چونکہ یہ آگ کا قصہ
سخت وحشت ناک و درد انگیز اور نفرت دلانیوالا ہے۔ لہذا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے
بہت اگر مگر کر کے تحفہ میں صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵ پر اس قضیہ جانگزا و ہوشربا کو باین الفاظ

تسلیم فرمایا۔ پس وجہ اش آنست اے سبب آتش زدن کہ این تخویف کسانے را بود کہ خانہ حضرت زہرا را ملجا و پناہ بر صاحب جنایت دانستہ و حکم حرم مکہ معظمہ دادہ در آنجا جمع می شدند وفتنہ و فساد منظور می داشتند و برہم زدن خلافت خلیفہ اول بہ کنگاش و مشورہ ہائے فتنہ انگیز قصد می کردند و حضرت زہرا نیز از این نشست و برخاست مکدر و ناخوش بود لیکن بسبب کمال حسن خلق با آن بے پردہ نمی فرمود کہ در خانہ من نیامدہ باشید عمر ابن خطاب چون دید کہ حال باین منوال است انجا فتنہ را اندیدہ نمود کہ من خانہ را بر شما خواہم سوخت۔

اس عبارت کی چند باتیں قابل نظر ہیں اول یہ کہ جو لوگ خانہ جناب سیدہ میں مجتمع ہوتے تھے وہ صاحب جنایت دار باب فتنہ و فساد تھے اور حسب تصریح شاہ ولی اللہ و تاریخ طبری وغیرہا بلکہ خود شاہ صاحب وہ ارباب جنایت اصحاب رسول مقبول حضرت زبیر و علی المرتضیٰ و بنی ہاشم و دیگر ہواخواہان جناب امیر تھے۔ پس بلا وقت واضح ہو گیا کہ بزعم شاہ صاحب یہ بزرگوار امر دین میں خیانت کرنے والے اور جماعت اسلام میں فساد پھیلانے والے تھے جو کہ اشد من القتل ہے تعجب کہ شاہ صاحب اصحاب رسول کو جو کہ از جملہ عشرہ مبشرہ عند السنیہ تھے نالایق جماعت میں معدود فرما کر ایسے ناہنجار لفظوں سے یاد فرماتے ہیں کہ جنکا مافوق ممکن نہیں ہم شیعہ اگر کسی صحابی کی شان میں بحمایت خاندان نبوت کچھ کہیں تو رافضی کہے جائیں اور شاہ صاحب و دیگر بزرگوار ایسے جلیل القدر صحابہ کی جناب میں بے ادبانہ الفاظ لکھنے کا یہ صلہ پائیں کہ مولانا و رحمۃ اللہ علیہ کہے جائیں۔ یکیام و دو ہوا اسی کا نام ہے۔ دوم سیدہ اس فساد پیشہ جماعت کے آنے سے ناخوش تھیں مگر بوجہ کثرت شرم ذکر نہ کر سکتی تھیں کہ میرے گھر میں نہ آؤ نہ معلوم جناب شاہ صاحب کو کیونکر معلوم ہوا کہ فاطمہ علیہا السلام اُن لوگوں کی آمد و رفت اپنے گھر میں ناپسند کرتی تھیں شاید بیر طریقت یا علم ولایت سے اپنر ظاہر ہوا ہوگا ہم بہت خوشی سے اسکا ثبوت دیکھنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر فی الواقع حضرت سیدہ اس کمیٹی کی مخالف تھیں اور بدانست حضرت عمر اُن کا کوئی قصور نہ تھا تو ایک ناکردہ گناہ سیدانی کو کیوں دھمکایا۔ کیا کسی صدمہ رسیدہ و پدر

مردہ کو تعذیب نار کرنا یا دل شکستہ عورت کو خوف دلانا اور یہ کہنا کہ تیرے بچوں کو جلا دیا جائے گا اسلام جیسے مہذب مذہب میں جائز ہے مقتضائے مقام یہ تھا کہ زبیر و دیگر معتدین کے گھر پر آگ لیجا کر فرماتے کہ تم زبردستی بنی راوی کے گھر میں باغیانہ تدابیر کرکے خلیفہ وقت کو غصہ دلاتے ہو اور نانا اور نواسی کا باہم مادۂ رنجش پیدا کرتے ہو لہذا میں تمہارا گھر جلا کر خاک سیاہ کئے دیتا ہوں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے بوجہ تعصب یہ فقرہ لکھا ہے تاکہ خلقت یہ نہ سمجھ لیوے کہ فاطمہ بھی خلافت خلیفہ اول سے ناراض تھیں حالانکہ بخاری شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر پر سیدہ ایسی غضبناک ہوئیں کہ تا حیات صدیق سے کلام نہ کیا اور حضرت امیر سے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نہ آئیں چنانچہ حضرت علی نے بتعمیل وصیت ایسا ہی کیا کہ شیخین کو فاطمہ کی وفات اور اُن کے دفن سے اطلاع نہ دی اس واقعہ کو میں نے رسالہ تعزز دلیذیر میں واضح طور پر بیان کیا ہے اصلیت یہ ہے کہ حضرت امیر اور اُن کے خیر طلب خلیفہ اول کو امر ناجائز کا مرتکب سمجھ کر اُن کی بیعت کرنے میں کش مکش رہتے تھے صاحبان عقل و تمیز غور فرمائیں جبکہ علی و خلفاء باہم سینہ صاف ہو کر متحدانہ برتاؤ رکھتے تھے اور اہلبیت بھی حضرت صدیق اکبر کو امام برحق جانتے تھے تو یہ منافقانہ تدبیر کیوں کی کہ بظاہر دولت خواہ اور بباطن بدخواہ۔ عقل سلیم کبھی مجوز نہیں ہو سکتی کہ جب رعایا کے مکان میں اہل بغاوت جمع ہو کر بادشاہ کا معزول کرنا چاہیں وہ رعیت سلطنت کی خیر اندیش ہو۔ کوئی باغی کبھی مطیع سلطنت گھر میں بیٹھ کر بلا اجازت و مرضی صاحب خانہ خلاف گورنمنٹ کارروائی نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ علی و بتول حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی کو ادعاء منصب خلافت میں صادق القول نہ جانتے تھے بلکہ اُن سے مخالفانہ روش اختیار کرکے کوشش کر رہے تھے کہ عہدہ خلافت اُن سے متعلق نہ رہے۔ اس جگہ حضرات اہل سنت بہ طرفداری جناب عمر یہ فرما سکتے ہیں کہ روایات مذکورہ فقط اتنی بات کا پتہ دیتی ہیں کہ حضرت فاروق آگ اور لکڑیاں لے کر گئے تھے مگر گھر جلانا مقصود نہ تھا صرف تنبیہ و تادیب و دھمکی و خوف دلانا مرکوز طبیعت تھا جبکہ فی الواقع آگ نہیں

لگا دی گئی تو اعتراض لغو ہے۔ اسکا جواب بر سبیل ایجاز و اختصار یہ ہے کہ کیا رسول کی بیٹی کو بجائے سوگ نشینی آگ لگانے کا خوف دلانا کوئی چھوٹی بات ہے جس گھر میں میت واقع ہوتی ہے اُس کے ساکنین و ورثاء میت کو تسکین و دلاسا دیتے ہیں یا کہ اُس کے گھر پر آتش فشانی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غلام اپنے ولی نعمت کی بیٹی کو پس از وفات آقا یہ کہے کہ تم میری اطاعت اختیار کرو ورنہ تمہارا گھر جلا دوں گا تو دنیا کا کوئی آدمی ایسے غلام کو لطف بھری نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ علی ہذا جناب فاطمہ حضرت عمر کی آقا زادی تھیں اور وہ اُن کے باپ کے غلام باین صورت حضرت عمر ضرور مورد طعن ہو سکتے ہیں دیکھو تعزیرات ہند میں صرف دھمکی دینا جرم میں داخل کیا گیا ہے۔ شیعہ کے یہاں جلانا ثابت ہے۔ اہل سنت کی کتب میں دھمکی دینا لکھا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ علمائے اہل سنت نے بہ نظر حمایت عمر سد باب تشنیع خیال کر کے آگ لگانے کو واقعہ کو چھپایا ہو اور محض لکڑیاں لیجا کر خوف دلانے کو لکھدیا ہو اگر اتنا پردہ بھی درمیان نہ ہو تو شیعہ دنیا میں پھر تمیز ہی کیا ہے۔ دیکھو اسی آگ کا شرارہ اڑ کر وادی کربلا میں پہنچا جس نے اس طرح اُس گھر کو جلایا جسکا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اگر خاندان نبوت سے حکومت اسلام نہ نکلتی تو کبھی کسی کو اُن کے دھمکانے مذاق اُڑانے آگ لگانے اور بعد چہ آخر پھونک دینے کی جرأت نہ ہوتی وہ حضرات نرم طبیعت اہل سنت جنکو خاندان نبوت سے دلی محبت ہے اور ان کا عزو احترام کرنا جزو ایمان سمجھتے ہیں وہ کبھی اس واقعہ آگ کو سچا نہیں جانتے بلکہ بجائے خود یقین کئے ہوئے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق اعظم سے کبھی ایسی بے ادبی نہ ہو سکتی تھی کہ اپنی مرشد زادی کو ایسا صدمہ پہنچاتے۔ لہٰذا آپ اُن کا اطمینان خاطر کرتا ہوں کہ علمائے اہلسنت نے اس گھر کو جلا دینا جائز تجویز فرمایا ہے۔ چنانچہ جناب شاہ صاحب تحفہ کے صفحات مذکورہ بالا پر تحریر فرماتے ہیں کہ گو کہ حضرت عمر نے خانہ فاطمہ کو جلایا نہ تھا۔ لیکن اگر وہ جلا بھی دیتے تو مجرم نہ تھے بلکہ عامل بہ سنت نبوی ہوتے۔ مثال میں رسول پاک کے زمانہ کی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ ایک کافر آنحضرت کی مذمت کیا کرتا تھا جبکہ صحابہ اُس سے انتقام لینا چاہتے تھے تو کعبہ میں گھس

جاتا تھا لوگوں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ حضور آپ کو بڑا کر ایک کافر اپنا نامۂ اعمال سیاہ
کرتا ہے۔ جب ہم اسکو سزا دینا چاہتے ہیں دوڑ کر خانہ کعبہ میں چھپ جاتا ہے۔ چونکہ اُس
مقام محترم میں پشہ کا مارنا حرام تجویز ہوا ہے۔ لہذا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے آنحضرت نے فرمایا کہ اُسکو
اُسی جگہ مار ڈالو اسی طرح جو لوگ جماعت نماز سے تخلف کرتے تھے اُن کے لیے نبی کریم نے حکم دیا
کہ زبردستی گھروں سے موئے کشاں بلائے جائیں اگر نہ آئیں تو اُن کے جھونپڑے پھونک
دئے جائیں ہر دو حکایات سے شاہ صاحب یہ نتیجہ برآمد کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے خلیفہ کی
اطاعت سے سرتابی کی وہ مثل اس کافر کعبہ نشین و متخلفین جماعت کے تھے جبکہ کعبہ میں ایسے
اشخاص کو امان نہ ملی تو فاطمہ کا گھر کیا وقعت رکھتا تھا اگر عمر صاحب اُسکو جلا بھی دیتے تو عند اللہ
معتوب نہ ہوتے ارباب عقل غور فرمائیں جبکہ حسب تصریح بالا حضرت امیرؑ نے حصول خلافت میں
کوئی وجہ کوشش ایسا نہ تھا جسکو اُٹھا رکھا ہو اور بوقت بیعت طلبی حضرت ابوبکر سے اپنے حق
بخلافت ہونے میں ایسی تقریر کی ہو کہ خلیفہ صاحب لاجواب ہو گئے ہوں اور بعد امر خلافت میں
ایسے کوشاں ہوئے ہوں کہ اپنے گھر میں کمیٹیاں قایم کی ہوں اُن کی نسبت کیونکر خیال کیا
جا سکتا ہے کہ بطیب خاطر خلیفہ صاحب کی بیعت کی تھی۔ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جناب
عباس عم رسول خدا و جناب امیرؑ نے سر جلسہ فرمایا کہ تم دونوں مجھکو اور ابوبکر کا کاذب و غادر و خائن
و آثم جانتے ہو۔ اندریں صورت کب عقل سلیم مجوز ہو سکتی ہے کہ جنکو علی کاذب سمجھیں اُن کی
بیعت بھی کریں۔ اس سے بالاتر ایک اور بات عرض کرتا ہوں اگر حضرت علی نے خلفائے
ثلثہ کو امام برحق سمجھ کر بیعت کی تھی تو خدا اور رسول و ابوبکر و علی سب پر الزام وارد ہوتا ہے
ملاحظہ ہو کہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی تحفہ صفحہ ۱۳۰ پر لکھتے ہیں کہ باتفاق
شیعہ و سنی ثابت ست کہ پیغمبر فرمود انی تارک فیکم الثقلین الی آخرہ یعنی من در میان
شما دو چیز بزرگ میگذارم قرآن و اہلبیت اگر بایں ہر دو متمسک کنید ہرگز گمراہ نشوید شاہ
صاحب مطلب حدیث یہ بیان فرماتے ہیں وازیں معلوم شد کہ پیغمبر ما حوالہ بایں دو چیز

عظیم القدر فرمودہ پس مذہبیکہ مخالف این ہر دو باشد عقلاً و شرعاً باطل ست) تمام صحابہ کبار موجود ہیں آنحضرت ممبر پر جلوہ فرما ہیں۔ قرآن و اہلبیت امت پر حاکم کئے جاتے ہیں سبکو حکم دیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کی اطاعت کروگے۔ گمراہی سے بچوگے بصورت مخالفت جادہ پیمائے راہ ضلالت ہوگے۔ اس حدیث سے جس کی صحت مسلمۂ فریقین ہے واضح ہوگیا کہ تمام امت اور بالخصوص صحابۂ موجود الوقت کو حکم باطاعت قرآن و اہلبیت فرمایا گیا تھا۔ یہ حدیث طرق متعددہ سے وارد کتب ہوئی ہے بعض جگہ لفظ اہلبیت وارد ہے اور بعض مقام پر عترت بنظر تعمیم اگر کل لوگوں کی اطاعت فرض کرلی جائے جو کہ آنحضرت کے اہلبیت میں معدود ہوسکتے ہیں تو سب سے طبقۂ اعلیٰ اور نمبر اول پر حضرت امیر علیہ السلام ہی ہیں خلاصہ حدیث ہوا کہ اہل اسلام اطاعت قرآن و حضرت علی پر بحکم محکم مامور ہیں۔ اندریں حالت اگر بقول اہل سنت حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے بیعت لیکر مثل سایر الناس اپنا تابع و فرماں بردار بناکر داخل رعایا فرمایا تو خلاف حکم نبوی کیا جو کہ بحکم قرآن عین معصیت ہے اور اگر حضرت علی نے بہ طیب خاطر بیعت کرکے صدیق اکبر کو اپنا امام و ہادی و پیشوائے دین سمجھ لیا تو انھوں نے نبی کے حکم سے اختلاف کیا اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ علی بذات خود ایک ناقابل حکومت شخص تھے مسلمانوں پر حکمرانی کرنیکا اُن میں پورا مادہ نہ تھا نبی اُن کو سردار امت کریں اور وہ ذاتی ناقابلیت سے ادنیٰ رعایا میں داخل ہوجائیں ہمریں بنا لازم آئے گا کہ رسول پاک میں مردم شناسی کا ملکہ نہ تھا ملکہ پرورش خاندان پر نظر تھی جیسکہ سلاطین و دنیا پرست کی بحرص محبت خویش و اقارب بلا امتیاز لایق و نالایق ہوا کرتی ہے کیونکہ انھوں نے تمام کنبہ میں منتخب کرکے جسکو اعلیٰ و افضل قرار دے کر قرآن کے ساتھ شیرازہ بند کیا تھا وہ خود ناکارہ محض تھا اسی طرح قوت خیالی تھرمامیٹر یعنی مقیاس الوسم کے پارہ کی طرح اونچے ہوتے ہوتے خدا تک پہنچ جائے گی کہ وہ کیسا عالم و دانا ہے کہ جس نے ہدایت خلق پر ایسا ہی تعین فرمایا جو کہ اپنے ایک گمایۂ عزیز کے ہاتھ میں امت کا ہاتھ دے گیا میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی مسلمان

جوکہ تہ دل سے ایمان بخدا اور رسول لایا ہے ایسا خیال کرنے کی جرأت نہ کرے گا جس سے اسلام کا تختہ اُلٹ کر خدائی بھی ہوائی ہو جائے اس موقع پر حضرات اہل سنت کو سوائے دو باتوں کے تیسری ممکن نہیں ہے۔ اول یہ کہ بید غرک ہو کر کہدیا جائے کہ حدیث ثقلین بالکل غلط ہے قرآن و اہلبیت امت پر حاکم نہیں چھوڑے گئے بلکہ مسلمانوں کو فرمان آزادی دے کر خود مختار کیا گیا ہے کہ جبکو صلح سمجھیں بغرض اجرائے حدود شرعی اجماع کرکے اپنا حاکم تجویز کرلیں۔ اس صورت میں نہ حضرت ابوبکر پر کوئی الزام نافرمانی و غلط کاری عاید ہوتا ہے نہ علی حنیف العقل و رکیک الرائے قرار پاتے ہیں نہ خدا و رسول کی شان رفیع میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے۔ البتہ صحاح اہل سنت جنمیں حدیث ثقلین درج ہے پایۂ صداقت سے گر کر بے اعتبار ہو جائیں گی اور شاہ صاحب جو کہ لعید شدہ مصدق حدیث ثقلین ہوئے ہیں نامعترض قرار پائیں گے۔ دوم اعتقاد کیا جائے کہ ادعائے بیعت مرتضوی دعوے محض ہے۔ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ امیر وکل امیر کیا تابع و فرمان بردار ہو سکے۔ یاد رکھو کہ جس طرح ثقل اکبر قرآن بکا ہادی و رہنما ہے اسی طرح ثقل ثانی اہلبیت اُمتی لوگوں کے لئے مشعل ہدایت ہیں اگر قرآن تابع امت ہے تو علیؑ بھی ہیں ولا فلا اس موقع پر اہل نظر کو دو اُرکنا چاہئے اچاٹ نگاہ سے یہ بحث نہ دیکھی جائے بلکہ باریک بین ہونا ضرور ہے میں اہل انصاف کو یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ خود حضرت امیر جناب خود اپنے ذاتکو آنحضرت کا خلیفہ بلافصل جانتے تھے اور دیگر صحابہ کو غاصب حقوق خود و ناحق کوش سمجھتے تھے۔ بخاری شریف کی جلد ششم میں حسب صراحت اوراق صدر صفحہ ۴۲۹ پر بذیل ذکر علالت آنحضرت درج ہے کہ حضرت عباس نے جناب امیر سے تحریک کی کہ چلو حضرت سے دریافت کریں کہ بعد آپ کے خلیفہ کون ہوگا بجواب حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ سوائے میرے رسول پاک کسی کے لئے نہ فرمائیں گے مگر اصحاب مجکو تخت خلافت کے پاس نہ آنے دیں گے حضرت علی جو صحابہ سے امید وفا نہ رکھتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ خود رسول پاک اُن سے

فرما گئے تھے کہ اے علی میرے جانشین تم سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ میری زندگی میں یہ کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر ان کے دل تمہاری طرف سے مثل آب دیگ جوش مار رہے ہیں بعد میری وفات کے تم سے بطرح پیش آئیں گے شیخ عبدالقادر محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ جو کہ سنیوں کے بڑے معتقد عالم ہیں غنیۃ الطالبین میں مضمون بالا کے متعلق یہ عبارت لکھتے ہیں اخرج ابو یعلی عن علی قال قلت یا رسول اللہ ما یبکیک قال ضغاین فی صدور اقوام لا یبدونھا لک الا من بعدی ہائے افسوس صحابیوں کی اُن عداوتوں کا جو کہ بعد اُن کے دست صحابہ سے اہلبیت پر واقع ہوئیں خیال کر کے آنحضرت روتے تھے۔ کوئی صاحب تمیز کہہ سکتا ہے کہ جو شخص اپنے خلیفہ ہونیکا اس درجہ یقین رکھتا ہو وہ کیونکر کسی کی بیعت کر کے حلقہ غلامی میں داخل ہو سکتا ہے ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے ایک اور بات عرض کرتا ہوں جس سے کبھی عقل سلیم مجوز نہیں ہو سکتی کہ حضرت امیرؑ نے خلفا ثلاثہ کو خلیفہ جائز و امام واجب الاطاعت سمجھ کر بہ طیب خاطر بیعت کر لی تھی جبکہ حضرت عمر ابو لولو کی ضرب سے مبتلائے مرگ ہوئے تو انھوں نے حکم دیا کہ بعد ہمارے اشخاص ذیل حضرت امیر و عثمان۔ و سعد ابن وقاص و طلحہ و زبیر و عبد الرحمان ابن عوف باہم مشورہ کر کے ایک شخص کو خلافت کے لئے منتخب کریں چنانچہ بعد شہادت خلیفہ دوم جملہ حضرات موصوف بالا ایک موقعہ پر جمع ہوئے حضرت عبدالرحمان ابن عوف نے جو کہ بہ حکم جناب عمر اس کمیٹی کے پریزیڈنٹ تھے سب سے اول جناب امیرؑ سے فرمایا کہ خلافت کے متحق تر اس تمام جماعت میں آپ ہیں۔ لہذا میں جناب کو خلعت خلافت سے مخلع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ احکام خدا و رسول کے بعد ان سیرتوں کو بھی اختیار کریں جو کہ حضرت شیخین کی تھیں۔ چنانچہ حکیم جلال قریشی ساکن گلاوٹی ضلع بلندشہر نے کتاب نظام عثمانی کے صفحہ (۲۶) سطر ۱۳ پر لکھا ہے عبدالرحمان ابن عوف نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ خلیفہ ہونے پر کتاب اللہ اور سنت رسول اور سنت شیخین کے پابند رہو گے اور اُسپر عمل کرو گے حضرت علیؑ نے جواب دیا

کہ بقدر طاقت اور امکان اور بقدر مبلغ علم کے میں اُنہیں کوشش کروں گا حالانکہ سوانحات زمانہ میں مجکو دخل نہیں۔ حضرت علی کا یہ جواب کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ اُن کو خلافت کے حاصل کرنے میں رغبت نہ تھی بلکہ فقط یہ وجہ تھی کہ خلفاء سابقین کی کل باتیں اُن کو پسند نہیں بلکہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق بعض باتوں کے خلاف تھے سید امیر علیصاحب بیرسٹرایٹ لا بھی اپنی مصنفہ کتاب عروج الاسلام کے صفحہ (۱۴۲) پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اتباع سیرت شیخین سے مجلس شوریٰ میں انکار کیا جناب مخاطب غور فرمائیں کہ جو شخص سیرت شیخین کو اس درجہ مکروہ و ناپسند کرتا تھا کہ اس کے مقابلہ میں اتنی بڑی سلطنت کی جو کہ قیصر و کسریٰ کے ملک سے بڑھی ہوئی تھی کوئی پرواہ نہ کی اُس کی نسبت کیونکر قیاس کیا جاتا ہے کہ خلفاء کی یہ خوشدلی بیعت کرکے انکو امام جائز الاطاعت سمجھ لیا تھا جو شخص کسیکو اپنا امام و پیشوا دین جانتا ہے وہ اُس کے ہر حکم کو واجب الانقیاد سمجھتا ہے۔ حضرت امیرؑ کی سوانح عمری موسوم بہ المرتضیٰ حافظ عبدالرحمان متوطن ملک پنجاب نے لکھکر ۱۹۰۶ء میں طبع، وزارت سرسے شائع کرآئی ہے اُس کے صفحہ ۶۴ و ۶۵ پر لکھا ہے کہ جو انتظام حضرت عمر نے ترتیب مجلس شوریٰ میں کیا تھا اُس کا صاف حکم یہ تھا کہ بصورت اختلاف عبدالرحمان ابن عوف کی رائے واجب التسلیم سمجھی جائے حضرت علیؑ نے یہ بات سنکر جناب عباس سے کہا کہ چچا صاحب اس مرتبہ بھی ہم سے خلافت گئی عمر نے ایسے ممبر انتخاب کئے ہیں جو مجکو قطعی محروم کرکے دوسرے کو بہرہ یاب کریں گے کیونکہ سعد وقاص عبدالرحمان کا چچازاد بھائی ہے وہ باہم مختلف الرائے نہوں گے اور عبدالرحمان عثمان کا خسر ہے یہ دونوں بھی بایک دیگر سلسلہ یکجہتی کو نہ توڑیں گے جبکہ حسب منظنہ مرتضوی عبدالرحمان نے حضرت عثمان کو خلیفہ کیا تو حضرت امیرؑ نے فرمایا یہ پہلا دن مجھ پر ظلم کا نہیں اور آیہ فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون) پڑھکر اُٹھ کھڑے ہوئے کتاب مذکور کے صفحہ (۵۸) پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جناب عمر کو حکم دیا کہ علی و عباس و زبیر فاطمہ کے گھر بیٹھ کر ہماری خلافت کو برہم کرتے ہیں اُن کو وہاں سے نکالدو عمر اپنے ساتھ تھوڑی آگ بھی لیتے گئے اور جناب فاطمہ سے کہا

کہ تمہارا گھر جلا دوں گا صفحہ (۵۹) پر بحوالہ مسلم و بخاری شریف لکھا ہے کہ فاطمہ کی زندگی میں لوگ علی کی کچھ وقعت کرتے تھے اُن کے مرنے پر وہ چھوٹ گئی علی ہمدم تو بھی اصحاب سے منحرف ہوئے اور حضرت ابو بکر سے کہلا بھیجا کہ آپ مجھ سے تخلیہ میں ملاقات کریں مگر آپ کے ہمدم عمر ساتھ نہ ہوں وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر خلیفہ دوم کی صورت دیکھنا مکروہ جانتے تھے حدیث کے ابتدائی فقرات یہ ہیں وکان لعلی من الناس جہۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس الی آخرہ صفحہ (۶۱) پر ہے حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت کو ہم اپنا حق سمجھتے ہیں ابو بکر نے اسکو خود لے لیا اسکا مجھکو رنج ہوا یہ کہکر بیعت کرلی اسوقت پھر مسلمان علی کی طرف رجوع ہوگئے صفحہ ۲۶ سطر ۱۸ پر ہے حضرت علی عمر کی خلافت دو رسالہ میں مثل زمانہ خلافت اول گوشہ نشین رہے جو شخص تمام واقعات کو بہ نظر غور دیکھے گا وہ کبھی اسکا معتقد نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیرؑ نے ثلاثہ کو خلیفہ جائز سمجھ کر اُن کی بیعت بخوشدلی کرلی تھی۔ مجھکو یقین ہے کہ مخاطب بہت باریک نظر سے اس مضمون پر توجہ فرمائیں گے اور کبھی بھولے سے بھی خیال فرماتے ہوں گے کہ حضرت امیر نے خلیفہ اول کی بیعت برغبت اور اُنکو امام جائز الاطاعت سمجھ کر کی تھی سوائے ازین زمانہ حال کے دو مصنفین کامل کی تحریریں پیش کرتا ہوں جن کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت امیرؑ نے صدیق اور اُن کے قایم مقاموں کو کبھی خلیفہ حق نہیں سمجھا نہ اُن کی بیعت امام جائز الاطاعت سمجھ کر برغبت کی اُن میں ایک بزرگ مولوی شبلی نعمانی ہیں اور دوسرے جناب شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی دہلوی ہیں ہر دو بزرگواروں کے بیانات پیش کرتا ہوں

بیان مولوی شبلی صاحب

الفاروق میں بمقام ذکر بیعت صدیق فرماتے ہیں صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر رُکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورے کرتے رہتے تھے حضرت عمر نے بزور اُن سے بیعت لینی چاہی (یہ فقرہ قابل توجہ ہے) لیکن بنو ہاشم حضرت علیؑ کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ الی آخرہ۔

تحریر مولوی نذیر احمد صاحب

رویار صادقہ کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی خلافت کے دعویدار ضرور تھے اور کیوں نہ ہوتے پیغمبر صاحب کے بعد داماد کہو۔ بیٹا کہو۔ بھائی کہو سبھی ہی تھے اور چند در چند قرابتوں کے علاوہ علم و فضل و شجاعت میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا اور سب استحقاق ایک طرف اور فاطمہ کا موجود ہونا ایک طرف کوئی ہے جو اتنے استحقاق کے ہوتے سلطنت ایسی چیز کو چھوڑ بیٹھے اور یہ صرف نہ علی کا خیال تھا بلکہ سیر اور احادیث کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب کے تمام عقیدتمندان کا یہی خیال تھا) واقعات معرضہ بالا پر نظر ڈال کر با انصاف مخاطب نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ حضرت امیر کی بیعت برغبت تھی یا کہ خلفا کو غیر مستحق امامت سمجھ کر بہ ہزار کراہت و بیدلی حضرات اہلسنت کو لازم ہے کہ بیعت مرتضوی کے صحیح ہونیکا کبھی خیال نہ فرمائیں

سوال ہشتم

حضرت علیؑ نے بزور ذوالفقار ثلاثہ کا قلع قمع کیوں نہ کر دیا اگر یہ لوگ قتل کر دئے جاتے تو دنیا مفاسد سے پاک ہو جاتی اور کوئی فتنہ باقی نہ رہتا حضرت امیر کی خاموشی سے واضح ہوتا ہے کہ اگر فی الواقع ثلاثہ برہم دین اسلام تھے تو حضرت علیؑ نے مفسدین کی بیخ کنی میں غفلت کی اس الزام سے ان کی براءت بظاہر مشکل ہے۔

جواب

حضرات اہلسنت اکثر یہ بحث کرتے ہیں کہ اگر خلفاء نے خاندان نبوت سے کجروی کی تھی اور ان کے احترام میں کمی کرتے تھے اور حقوق واجبہ سے روک دیا تھا اور ظلم و تعدی سے ان کی آسایش میں خلل ڈالا تھا اور امر خلافت میں بیجا طور پر دست انداز ہو کر گمراہ کنندہ خلایق ہوئے تھے اور اسلامی دنیا میں منافقانہ حیثیت سے کفر و نفاق پھیلا یا تھا تو حضرت امیر چونکہ قوت خداداد رکھتے تھے اور قدرتی حربہ (ذوالفقار) ان کے پاس تھا

لہذا لازم تھا کہ ایسے بدکاروں نابجاروں کا قلع قمع کر کے صفحۂ دنیا سے مٹا دیتے چونکہ حضرت امیرؑ نے خلفاء سے کبھی جنگ میں کی نظر براں کہا گیا کہ وہ بزرگوار خوش کردار و نیک اطوار تھے اور حضرت امیران کی خلافت سے خوش تھے اور جو معاملات اُن کے ہاتھ سے روئے ظہور آئے وہ سب پسندیدہ حضرت مرتضوی تھے انہیں خیالات نے جناب مخاطب کو اس سوال کرنے پر برانگیختہ کیا لہذا اسکا ایسا شافی وکافی جواب دیا جاتا ہے کہ انشاء اللہ جناب مخاطب ودیگر متکلمین کی پوری تشفی ہو جائے - اور ہر شخص باانصاف سمجھ لیوے کہ صحابۂ رسول جنپر اہل سنت فریفتہ و دلدادہ ہیں کس پایہ اور منزلت کے تھے اور رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اُنکو کیا جانتے تھے اور بعض اپنے اصحاب مخصوصین و حضرت امیرؑ سے اُن کے بابیں کیا ارشاد فرمایا -

صحیح مسلم بخاری مطبع انصاری دہلی کی جلد دوم میں کتاب الامارۃ صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہی عن حذیفہ قال قلت یارسول اللہ انا کنا شر فجاء اللہ بخیر فنحن فیہ فہل من ھذا الخیر شر - قال نعم قلت ھل وراء ذالک الخیر قال نعم قلت کیف - قال تکون بعدی آیمۃ لایہتدون بہدی ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یارسول اللہ ان ادرکت قال تسمع ولا تطع وان حزب ظہرک واخذ مالک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور عالم سے عرض کیا کہ حضور پہلے (مراد از زمانہ جاہلیت) ہم ایک شر میں تھے خداوند تعالی بعد اُس کے خیر لایا (مراد از زمانہ آنحضرت) اب ہم اس میں ہیں اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں حذیفہ نے تعجباً پھر یہی سوال کیا اور حضرت نے وہ ہی جواب دیا حذیفہ نے پوچھا کہ وہ شر کیونکر ہوگا نبی کریم نے جواب دیا کہ عنقریب (اشارہ بزمانہ وفات) ایسے لوگ امام و پیشوائے امت ہوں گے کہ میری ہدایت و سنت پر نہ چلیں گے اور بہت قریب ہے کہ اُنہیں میں سے ایسے مرد جنکے دل مثل شیطان کے ہوں گے اور جسم انسان کا حذیفہ نے عرض کیا کہ یا حضرت اُن شیاطین اُمت کے زمانہ کو اگر میں دیکھوں تو کیا کروں آپ نے

فرمایا کہ اُن کی اطاعت کرنا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کر دی جائے دیدہ باید جناب مخاطب باریک طبیعت اب کیا رفتار اختیار فرماتے ہیں۔ حتی الوسع ثلاثہ کو اس تیر سہ پہلو کے نشانہ سے بچائیں گے اور جہاں تک اُس سے ہو سکیگا مقصود حدیث یعنی اُمیہ وعباسیہ وغیرہ کو قرار دے کر اپنا دل خوش کر لیں گے قبل ازیں کہ سائل خوش دماغ شیاطین ہستہ کے جانچ میں دماغ مبارک پر زور ڈالیں حقیر بہ نظر توضیح و انکشاف خود ایک تنقیح قایم کرتا ہے۔

تنقیح

بہ موجب حدیث مندرجہ صحیح مسلم شیطان سیرت و انسان صورت کون لوگ تھے

واضح ہو کہ نبی کریم کا ارشاد بہ موجب حدیث بالا اُن آئمہ سے علاقہ رکھتا ہے کہ جنکو حذیفہ نے دیکھا ہو اور نیز انھوں نے متمکن سریر حکومت ہو کر دین میں احداث کیا ہو اور دیگر امت نے اس احداث کو اپنا جزو مذہب قرار دے کر راہ ضلالت اختیار کی ہو قبل ازیں کہ میں کچھ لکھوں اتنا عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعد ختم دورۂ نبوت اُن شیاطین کا مسلط ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث موصوفہ میں لفظ (سیقوم) ہے جو کہ زمانہ قریب پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث میں جو الفاظ خیر و شر وارد ہوئے ہیں اُنپر بغور نظر ڈالنا چاہئے کیا مطلب ہے حذیفہ نے کہا تھا کہ یا حضرت پہلے ہم ایک شر میں تھے یعنی کفر و ضلالت میں پھنسے ہوئے مرتکب افعال جاہلانہ ہوتے تھے اُس کے بعد خدا خیر لایا مطلب یہ کہ حضور نے مشعل ہدایت روشن کر کے ہمکو راہ صواب دکھلائی آیا بعد اس روشنی کے بھی اندھیرا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر پوچھا کہ بعد اُس اندھیرے کے اوجالا ہے حضور پر نور نے فرمایا کہ ضرور ہے پس اس الٹ پھیر سے یہ نتیجہ نکلا کہ بعد نبی جو پچیس برس تک خلفا نے اپنی حکومت کا ڈنکا بجایا وہ زمانہ شور و شر کا تھا اُن کی صف سلطنت لپیٹنے پر جو حضرت امیرؑ کی بساط عدالت بچھی ایسی کاریگران قدرت نے خیریت و اصلاح کا مضبوط دوڑا لگایا تھا مگر

مخاطب پر لازم ہے کہ تحریر حقیر کو صحیح باور کر کے زمانہ ثلاثہ کو چونکہ بعد ختمی مرتبت ہے دور شرارت سمجھیں اور حضرت امیر کے وقت خلافت کو جامہ خیر سے مزین اعتقاد فرمائیں اگر توجیہ حقیر کو غلط تصور کریں تو براہ مہربانی خود کوئی زائچہ کھینچ کر بتلائیں کہ پیل از خود بت مآب بوت وہ کون لوگ حکمران اسلام ہوئے جنکو آنحضرت نے شرارت سے منسوب فرمایا ہے اور بعد ختم علو بوت اشرار خیریت کس وقت سے وابستہ ہے حقیر نے یہ مسئلہ خیر و شر ایسا پیش کیا ہے کہ حضرت مخاطب ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے علما رچکر میں آئیں گے اور اپنے مرشدان طریقت کو کتنا ہی ہاتھ پکڑ پکڑ کر کھینچیں شر و فساد کے تاریک اور گہرے گڑھے سے نکال نہ سکیں گے۔ مخاطب ذی شعور براہ مہربانی تعین ازمنہ فرما دیویں کہ بعد نبی صلعم اہل شرارت کا زمانہ کب آیا اور اس کے گذرنے پر خیر کا سلسلہ کس وقت سے قایم ہوا۔ اگر وہ اوقات قایم کرنے میں کامیاب ہوں تو پھر اسی فارم پر دستخط کر دیویں جس کی خانہ پوری حقیر نے کی ہے چونکہ حدیث کی جانچ ہر پہلو سے ضروری معلوم ہوتی ہے بنا بر آن کچھ اور توضیح کی جاتی ہے اسموقع پر سب سے بالاتر یہ امر قابل نظر ہے کہ اُن شیاطین کے زمانہ تک حذیفہ کا زندہ رہنا ضروری ہے کیونکہ آنحضرت سے اس جلیل القدر صحابی نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اگر میں اُن نابکاروں کے زمانہ کو دیکھوں تو کیا روش اختیار کروں آپ نے فرمایا کہ ان کی اطاعت کرنا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کر دی جائے اگر بعلم نبوی اُن کی حکومت کا ادراک حذیفہ کے لئے ناممکن الوقوع ہوتا تو آپ صاف فرما دیتے کہ تم کیوں گھبراتے ہو جس وقت کہ وہ دجال صفت مسند آرائے حکومت ہوں گے آپ کی ہڈیاں چونہ ہو جائیں گی۔ نبیؐ کا حذیفہ کو حکم با طاعت فرمانا ہی یہ دلالت کرتا ہے کہ مخبر صادق کے علم میں حذیفہ کو اُن لوگوں کا دیکھنا یقینی تھا۔ میں انشاء اللہ اس کے متعلق بہت واضح ثبوت دوں گا اگر حضرت مخاطب اسکا انکار فرمائیں گے کہ بموجب حدیث صحیح مسلم حذیفہ کے لئے شیاطین امت کا دیکھنا لازمی نہیں ہے تو معاذ اللہ آنحضرت کی عبث گوئی لازم آئے گی کیونکہ آپ نے حذیفہ کو ایسی خبر زمانہ آیندہ کے لئے کیوں سنائی جب

ے اسکو ذاتی تعلق نہ تھا اندریں صورت لازم آیا کہ حذیفہ کے زمانہ حیات کی تحقیقات کی جائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ انھوں نے کس کس بادشاہ کی تحت حکومت زندگی بسر کی شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مات سنہ خمس وثلاثین بعد از قتل عثمان بچند شب در اول خلافت علی و در بیافت جمل را وکشتہ شدند صفوان وسعید پسران حذیفہ در صفین ومبایعت کردند علی را بوصیت پدر یعنی ۳۵ھ ہجری میں حذیفہ نے انتقال کیا اور علی کی خلافت میں اس نے چند راتیں تیر کیں اور اس کے دو فرزند زیر لوائے حضرت امیر درجہ شہادت پر پہنچے - نتیجہ یہ نکلا کہ جناب حذیفہ نے ثلاثہ کا پورا زمانہ دیکھا سوائے ازیں مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے ان حذیفۃ کان علیلا بالکوفۃ فبلغہ قتل عثمان وبیعۃ الناس لعلی فقال اخرجونی وادعوا الصلوٰۃ جامعۃ فوضع علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی النبی وآلہ ثم قال ایھا الناس ان الناس قد بایعوا علیا فعلیکم بتقوی اللہ والنصر علیا فانہ لعلی الحق اٰخراً واولاً وانہ لخیر من مضیٰ بعد نبیکم ومن بقی الی یوم القیامۃ ثم اطبق یمینہ علی یسارہ ثم قال اللھم اشھد انی قد بایعت علیاً وقال الحمد للہ الذی ابقانی الی ھذا الیوم خلاصہ کلام حذیفہ بن الیمان بوقت ہنگامہ قتل عثمان کوفہ میں علیل تھے جس وقت کہ اس کو حضرت عثمان کے مارے جانے اور بیعت مرتضوی پر لوگوں کے متفق ہونے کی اطلاع پہنچی اسوقت اس نے اپنے اہل خاندان سے کہا کہ مجکو مسجد میں لے چلو اور مطلع کردو کہ سب مسلمان وہاں آکر جمع ہوں جب مجمع ہوگیا حذیفہ ممبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد وصلواۃ کے بیان کیا کہ ایہا الناس نصرت کرو علی کی اور بیعت کرو ان سے قسم خدا کی یہ بات تحقیق ہے کہ وہ جناب ہر آئینہ حق پر ہیں اول وآخر میں اور بہتر ہیں ان سب سے جو کہ اسوقت تک وفات نبی سے گذرا ہے اور قیامت تک باقی رہے گا - پس کہا کہ خداوندا گواہ رہنا کہ میں نے بیعت کی علی سے اور شکر کرتا ہوں کہ تو نے مجکو اسوقت تک زندہ رکھا حدیث مسلم متذکرۂ بالا اور عبارت مروج الذہب پر نظر کرنے سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول

یہ کہ بہ مفاد حدیث مسلم آنحضرت کا جناب حذیفہ سے یہ فرمانا کہ شیاطین کی اطاعت کرنا
صاف طور پر تقیہ کی جس سے اہل سنت گھبراتے ہیں پختہ ثبوت بتلانے والا ہے کیونکہ تقیہ
اصطلاح اسلام میں اسی کا نام ہے کہ جابر کے مقابلہ میں بہ نظر تحفظ جان و مال خدا ایذ و نواب
پر صبر و تحمل کیا جائے دوم یہ کہ بقول سعودی حضرت حذیفہ کا جناب امیر کی بیعت پر لوگوں کو
تحریص و ترغیب دلا کر اپنے طول حیات سے شکریہ ادا کرنا اور وفات ختمی مرتبت سے تا قتل
عثمان درمیانی زمانہ کو باین الفاظ و اللہ لخیر من مضیٰ بعد نبیکم اچھا بتانا اور جناب علی علیہ السلام
کو ہر حالت اول و آخر میں حقیر سمجھنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ باعتقاد حذیفہ ثلاثہ کا وہی زمانہ
ہے کہ جس کی خبر بطور پیشین گوئی مخبر صادق نے انکو دی تھی جناب حذیفہ ان شیطان سیرت و
انسان صورت انھیں لوگوں کو جانتے تھے کہ جنکو بعد نبی مسند آرائے حکومت دیکھا تھا چونکہ
حسب تسلیم علمائے اہل سنت ویسا صاحب تحفہ رسالتمآب نے اسمائے منافقین کے ناموں سے
حذیفہ کو اطلاع دی تھی۔ لہذا حضرت عمر مضطر ہو کر پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو آپ کی فرد
میں درج نہیں ہے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر بھی بجائے خود متیقن تھے کہ ہم باعتبار
کیفر کردار فہرست منافقین میں لکھے جانے کی قابلیت رکھتے ہیں اگر وہ مومن کامل ہوتے اور
شائبہ نفاق انکی طبع اقدس میں نہ ہوتا تو حامل اسمائے منافقین (حذیفہ) سے اپنے ایمان کی جانچ
کراتے اس جگہ خوش لیاقت مخاطب فرما سکتے ہیں کہ: گو حذیفہ نے سوائے جناب ثلاثہ کرام اور
کسی کا عہد حکومت نہ دیکھا تھا لیکن ہو سکتا ہے کہ بطور اخبار از منہ آئندہ کے سلاطین جور کی آنحضرت
نے ان کو اطلاع دی ہو اس پر یہ خدشہ وارد ہوتا ہے کہ آنحضرت کو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی
کہ ایک جلد مر جانے والے شخص سے ایسی خبر بیان کی کہ جس سے وہ بذات خود کوئی نفع یا ضرر
اٹھا سکتا تھا بلکہ مقتضائے وقت یہ تھا کہ آنحضرت حذیفہ سے یہ فرماتے کہ آپ ان کے زمانہ تک
زندہ نہیں رہ سکتے۔ آنحضرت کا صاف طور پر یہ فرمانا کہ تم ان کے بلا بے اطاعت کرنا مال کے لٹنے
اور چھینے پیٹنے پر بھی جادہ متابعت سے ایک قدم نہ سرکنا اسی پر دلالت کرتا ہے کہ حذیفہ نے

ضرور اُن بدراہ کرنے والے لوگوں کو دیکھا تھا چونکہ حذیفہ نے تینوں خلافتوں کو پورے طور
پر دیکھا اور بعد انقضائے ثلاثہ چند ایام خلافت مرتضوی کی اُنکو غائبانہ دیکھنی نصیب ہوئیں
اور اس مدت قلیل میں ایسا خدشہ دل ہوا کہ اپنے بیٹونکو امر بہ بیعت کیا اور خود ہزارہا کوس سے
بیعت بلا واسطہ کی اور اسوقت کو بلفظ خیر یاد کیا - لہذا سمجھا گیا کہ جب خبر معتبر پہلے زمانہ کو شر
اور اسکو خیر جانتا تھا - اگر جناب مخاطب آزادانہ طور پر بنگاہ انصاف ان چند سطور پر نظر ڈالیں
گے تو انشاء اللہ صحیح راستہ پر پہنچ جائیں گے - ہرچند کہ صحیح مسلم سے جسکو شاہ صاحب تحفہ میں
بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین کتب نزد اہل سُنت صحیح مسلم است) یہ ایسا واضح ثبوت دیا گیا
ہے کہ جسکا ابطال ظاہرا ناممکن معلوم ہوتا ہے - مگر بپاس خاطر مخاطب دل چاہتا ہے کہ کچھ اور بھی
ہدیہ نظر کیا جائے - مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جسکا ماحصل زبان اُردو میں یہ ہے
آنحضرت نے حضرت ابوذر غفاری سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اسوقت تم کیا کروگے جبکہ بعد ہمارے
لوگ مال میراث کو کھا جائیں گے ابوذر نے عرض کیا کہ میں اُنسے جنگ کروں گا حضرتؐ فرمایا ایسا
نہ کرنا بلکہ صبر و شکیبائی سے جوش ایمان کو روکنا - مشکوٰۃ شریف کی کتاب الامارۃ (صفحہ ۳۲۵)
پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے مناسب مقام سمجھکر عبارت بھی حوالہ قلم کرتا ہوں عن ابی ذر
قال قال رسول اللہ صلعم کیف انتم وائمۃ بعدی لیستاثرون ھذا لفیٔ قلت اما و
الذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب حتی القاک قال او فلا ادلک علی
خیر من ذالک تصبر حتی تلقانی رواہ ابوداؤد معنی اس کے وہی ہیں جو کہ اوپر بیان
کئے گئے ہیں مولوی رافت علی صاحب امروہوی کے سامنے ایک عالم شیعہ نے حدیث بالا کو
پیش کیا وہ سوائے سکوت کچھ جواب نہ دیا دیکھو کتاب التقوی مطبوعہ مطبع امداد الہند مرادآباد
مولفہ مولوی رافت علی صاحب صفحہ ۱۳ سطر ۳ - حذیفہ و ابوذر رضی اللہ عنہما سے جناب مخبر صادق
نے ایک نوع کا اشارہ فرماکر جابروں کے جبر پر امر بصبر فرمایا ہے حدیث حذیفہ میں تو کسی
قدر اگر مگر اور چہ میگوئیاں کرنے کا موقع مل سکتا تھا - جن سب کو میں نے کامل طور پر دفع کر دیا ہے

لیکن حیران ہوں کہ درباب ابوذر کیا گل ریزیاں فرمائیں گے کیونکہ حدیث مشکواۃ شریف کا کوئی جملہ اسپر دلالت نہیں کرتا کہ ابوذر کو بھی آنے والی ناپاک سلطنتوں کے حال بد مآل سے آگاہ کیا تھا بغرض آگاہی ناظرین عرض کیا جاتا ہے کہ اس بزرگ صحابی نے بھی حضرات ثلاثہ کا زمانہ دیکھا تھا شاہ صاحب تحفہ باب ہفتم میں لکھتے ہیں کہ ابوذر شام میں رہ کر حضرت عثمان سے لوگوں کو برانگیختہ کرکے کہتے تھے کہ انھوں نے مال خدا کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرلیا خلیفہ صاحب نے امیر معاویہ کو لکھا کہ ابوذر کو وہاں رہنے دو۔ مدینہ بھیجدو مورخین اہل سنت لکھتے ہیں کہ حاکم شام نے بصد عقوبت وشدت اس جلیل القدر صحابی کا ننگے اونٹ پر سوار کرکے مدینہ کو چالان کردیا بالآخر عثمان صاحب نے خارج البلد کرکے عرب کے کالے پانی مقام ربذہ میں بھیجدیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص اس کی ہمدردی نکرے یہ تمام واقعہ تحفہ کے باب دہم میں بذیل مطاعن عثمان شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ تمام صحابہ میں حضرت امیرؑ نے ابوذر کی مشایعت کی اور حد ربذہ تک اُن کے ساتھ گئے اور جفائے سلطان پر امر بہ شکیبائی فرمایا۔ خوش لیاقت مخاطب واقعات صدر پر غور کرکے نتیجہ نکالیں کہ اُن کے ممدوحین خلفاء کے جسم پر وہ قبا ٹھیک آسکتی ہے جسکو قدرتی متواض سے کتراً آنحضرت نے حذیفہ وابوذر کے گٹھڑی میں بند ہوا دیا تھا یا کچھ جھول رہ گیا چونکہ حق طلب مخاطب کا پورا اطمینان کردینا مد نظر ہے نظر براں ل نہیں ہمتا اس مزید کہے جاتا ہے اسواسطے کچھ اور حال حضرات ثلثہ کا وقف قلم کرتا ہوں کنز العمال کے صفحہ ۲۹ بروایت ابوبریدہ لکھا ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا ان بعدی ائمۃ ان اطعتموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم ائمۃ الکفر ورؤس الضلالۃ تحقیقکہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ اگر اطاعت کروگے تم ان کی تو کافر بنادیں گے بصورت نافرمانی ومخالفت گردن مروڈ ڈالیں گے۔ وہ لوگ ائمہ کفر اور رئیس ضلالت ہونگے بیانات وہ واقعات دکھلا سکے گئے ہیں جو کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب صداقت مآب سے بطور اخبار بیان فرمائے تھے اب وہ معاملات ہدیہ نظر کرتا ہوں جنکو خاص حضرت امیرؑ سے آنحضرت نے ظاہر کیا تھا۔ کنز العمال کی

چھٹی جلد کا صفحہ (۶۹) دیکھئے جسکو مولف نے کتاب الفتن سے موسوم کیا ہے اسمیں یہ عبارت لکھی ہے عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی کیف انت اذا زھد الناس فی الآخرۃ ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین اللہ دخلا ومال اللہ دولا قلت اترکھم وما اختاروا واختار اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ واصبر علی مصائب الدنیا وبلاھا حتی الحق بک انشاء اللہ قال اللھم افعل ذلک۔ یہ حضرت امیر سے منقول ہے کہ فرمایا رسول مقبول نے کہ یا علی کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ لوگ نفرت کریں گے آخرت سے اور رغبت کریں گے دنیا سے اور کھاجائیں گے مال میراث کو اور دوست رکھیں گے مال کو اور دین خدا کو مکرو فریب کا جال بنائیں گے یعنی گندم نمائی و جو فروشی اختیار کریں گے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں چھوڑ دوں گا ان کو اور اس چیز کو جس سے وہ رغبت کریں گے بلکہ میں اختیار کروں گا اللہ اور اس کے رسول اور خانہ آخرت کو اور صبر کروں گا مصائب دنیا اور اس کی بلاؤں پر یہاں تک ملحق ہوں آپ سے انشاء اللہ تعالےٰ یہ جواب حضرت امیر سماعت فرما کر آنحضرت نے جواب دیا کہ اے علی سچ کہا تم نے اور پھر دعا کی کہ خدایا توفیق دے علی کو کہ وہ ایسا کرے۔ مرد عاقل کو غور کرنا چاہیے کہ جناب امیر سے آنحضرت نے کس بات کی خبر دی تھی اور وہ کون لوگ تھے جنھوں نے بعد حضرت مرتضویٰ دین سے تنفر کیا اور دنیا کی طرف راغب ہوئے اور مکر و فریب کرکے مال میراث کو کھا گئے کہیں خدانخواستہ اس خبر کا تعلق اس حدیث سے تو نہیں ہے جسکا دعوےٰ جناب سیدہ دار ہو کر خلیفہ اول کے اجلاس سے ڈسمس ہوا تھا۔ بہر حال بمقصود حدیث ضرور کسی کو قرار دیا جائے گا حضرت علی نے کس جماعت اسلام کو بلا تعرض ان کے حال پر چھوڑا تھا وہ کیا بلا اور مصیبت حضرت امیر سے لاحق ہوئی تھی۔ جس پر آپ نے صبر کرنے کا وعدہ کیا تھا اور سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے مصائب و بلیات کی برداشت پر موفق ہونے کی دعا دی تھی۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ اگر توفیق خدا بطفیل سید الانبیاء شامل حال نہ ہوتی تو حضرت علی جیسے اشجع الناس سے صبر و تحمل

کرنا مشکل تھا۔ ملاحظہ ہو کہ خلائق نے آپ کے منصب خداداد پر تصرف کر لیا مگر حضورؐ نے
سوائے اظہار زبانی کے ذوالفقار کے قبضہ پر ہاتھ نہ رکھا حضرت عمرؓ آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ پر
حملہ فرما ہوئے مگر آپ نے اف نہ کیا بچشم تحیر دیکھتے رہے کہ نبی کے مرتے ہی ان لوگوں نے
بانی اسلام کے گھر کی کیا عزت کی۔ کسی بہادر کا بعض موقع پر داد شجاعت دینا اتنا
قابل مدح نہیں ہوتا جتنا کہ ہاتھ روکنا حضرت امیر علیہ السلام چونکہ غالب من کل غالب کے خطاب
سے بہرہ یاب تھے۔ لہذا اجیا غلبہ اُن کو صف جنگ میں افواج مخالفین پر حاصل تھا اسی طرح
اس قدرتی مادہ شجاعت پر غالب ہو کر تحمل کرنے کے عادی تھے غالب من کل غالب کے یہ ہی
معنی ہیں کہ ہر حالت میں غلبۂ تام حاصل ہو چونکہ بوقت بیعت طلبہ خلفاء سے جنگ کرنا یقیناً اسلام
ظاہری کی بنیاد کا اکھاڑ دالنا تھا لہذا آپ نے عامل وصیت نبی ہو کر وہ استقلال دکھلایا جو کہ نہتا
کا قابل تعریف سمجھا گیا اگر حضرت امیرؑ کا اسوقت جنگ نہ کرنا لائق مدح نہیں ہے تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ و
آلہ کی وہ دعائیں جو موقع بے صبر ہونے کے کی گئی تھی عبث سمجھی جائے گی قصہ کوتاہ اگر فاضل
مخاطب تھوڑی دیر کے لئے زانوئے انصاف پر سر جھکائیں گے تو وہ سیاہ دھبے جو کہ حدیث
میں موجود ہیں سوائے ثلاثہ کے کسی دوسری صورت پر نمایاں بنائیں گے جنہیں بریں حیثیت کہ
حضرات خلفاء کی پیر نیکر جناب مخاطب یہ فرما دویں کہ جن لوگوں کو نبی نے مکار و فریبی و دین خدا
سے برگشتہ ہونیوالا بیان فرمایا ہے یہ عائشہ و معاویہ واخوا ہم ہیں نہ کہ خلفا ہمکو ان دو نیک ہستیوں کے
اہل سنت کے لے لینے میں کوئی تامل نہیں ہے۔ مگر صرف اسقدر کہ جنگ عائشہ و معاویہ کو خطائے
اجتہادی باصطلاح اہل سنت کہا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ جو لوگ حسب ارشاد نبوی دنیا
طلب و مکار و فریبی و مال میراث کھانے والے ہوں انکو صیغۂ خطائے اجتہادی ثواب کا
ایک نمبر دیا جائے نیز حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے خوب خوب جنگ کی ہے۔ گروہ مذکورہ سے
حضرت علی کا معرکہ پرداز ہونا اس وعدہ کے بالکل خلاف ہے جو کہ رسول مقبولؐ نے باہم الف ظا
کیا تھا کہ میں چھوڑوں گا اُن کو اور اُس چیز کو جس سے وہ رغبت کریں گے ملکہ میں اختیار کرلی

گا اللہ اور اُس کے رسول کو اور صبر کروں کا مصائب پر اس بات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جن لوگوں نے حضرت علی کے سامنے مال میراث کو کھایا دین خدا کو مکر و فریب کا جال بنایا انہیں آپ نے عامل بوصیت ہوتی ہو کر اُن سے کوئی تعرض نہ کیا وہ بے شبہ ثلاثہ کرام کے سوا کوئی اور نہ تھا شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ ایک روز علی مرتضیٰ نے نبی کریم کو دیکھا کہ تخلیہ میں بیٹھے ہوئے آہ آہ کر کے دم سرد بھر رہے ہیں حضرت امیرؑ نے عرض کیا کہ حضور خدا نخواستہ طبع اقدس پر کیا ملال طاری ہوا جو ایسے مورد آلام ہیں حضرت نے فرمایا کہ یا علی میرا رونا تمہاری اس حالت پر ہے جو کہ بعد ہماری وفات کے اعدائے جور سے واقع ہونے والی ہے اے علی لوگوں کی طبائع میں مادہ حسد مثل آب دیگ جوش مار رہا ہے میری زندگانی اُن کے برے ارادوں کو روکے ہوئے ہے جبکہ ہم دنیا سے اٹھ جائیں گے تو وہ تمہارے ساتھ جابرانہ حرکات سے پیش آئیں گے آپ نے عرض کیا کہ یا حضرت اُس وقت فتنہ و بلا خیز میں میرا دین تو سلامت رہے گا جناب نے فرمایا کہ بفضلہ تیرے دین کو ضرر نہیں وہ ہر حالت میں اپنے اعتدال پر رہے گا ولی اللہ صاحبؒ نے اس موقع پر عبارت طولانی لکھی ہے بنظر اطمینان ناظرین اُسکا حصہ آخر حوالہ قلم کرتا ہوں قال علی یا رسول اللہ ما یبکیک فقال صغاین منی صدور اقوام لا یبدونہا لک الا من بعدی قال قلت یا رسول اللہ فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک۔ قسطلانی شارح بخاری نے جلد دہم میں بہ صفحہ ۱۰۳۷ لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بعد میرے امت فتنہ برپا کر کے حقوق اہلبیت ضبط کرے گی۔ علاوہ بریں شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بذیل ذکر وفات سید کائنات لکھتے ہیں کہ منجملہ دیگر وصایا کے آنحضرت نے جناب امیرؑ کو ایک یہ بھی وصیت کی تھی کہ یا علی بعد از من بسے مکروہات زمانہ بتو خواہد رسید باید کہ دلتنگ نشوی و چوں بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری۔ اسلامی تاریخ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جب حضرت خطاب اُن لوگوں کے نام تلاش کر رہے تھے کہ جن کے دلوں میں حضرت امیرؑ سے غبار بھرا ہوا تھا اور جنھوں نے ناموری کرنا

کا نقشہ حضرت امیر کو دکھایا اور انھوں نے اُن خلفاؤں پر صبر فرمایا سوائے حضرات ثلاثہ
کے کسی کے نام پر انگلی نہ رکھ سکیں گے۔ کیونکہ جن کے اوقات حکومت میں حضرت امیر نے سر تسلیم
خم کر کے گوشہ نشینی اختیار کی تھی یہ وہ ہی زمانہ ہے جس میں پیشوایان اہل سنت حضرات شیخین
وغیرہ مسند آرائے حکومت رہے تھے ذی علم مخاطب انصاف فرمائیں گے کہ جن لوگوں نے بعد آنحضرت
بلا استحقاق ناجائز دین کو ترک کر کے دنیا کو جائے قرار بنا دیا تھا وہ بالکل دنیا کے بندے تھے
دین سے اُنکو مطلق سروکار نہ تھا اور اُن کا یہ فعل دنیا طلبی ایسا بُرا تھا کہ حضرت امیر اُسکو مکروہ سمجھتے
تھے۔ اگر ترک جہاد پر وصیت ہوتی تو بالضرور جنگ کرتے کیونکہ راہ صبر پیش گیری سے سوائے
ممانعت قتال اور کوئی معنی پیدا نہیں ہو سکتے۔ اگر کہا جائے کہ یہ وصیت نواصب و باغیان شام
سے علاقہ رکھتی ہے اور حضرت علی کو اُن کے مقابلہ میں امر بہ شکیبائی کیا گیا تھا۔ تو اُن کے سامنے
جناب امیر نے خوب خوب تلوار کو چمکایا اور بڑے بڑے نامی شامی آتش ذوالفقار سے کباب
کر دیے گئے بلکہ جب روایات مندرجہ صحاح ستہ و دیگر کتب مدعیان حضرت علی بہ حکم مومنین
و مارقین و قاسطین یعنی طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ و خوارج کے مقابلہ میں مامور بہ جہاد تھے چنانچہ
حضرت نے فرمایا ہے کہ ہمارا جہاد کفار سے تنزیل قرآن پر ہے اور یا علی تمہاری جنگ مسلمانوں
سے اسکی تاویل پر ہوگی۔ بعد اظہار واقعات بالا اب وہ وجوہات دکھلائی جاتی ہیں جو کہ حضرت
امیر کے لئے عقلاً مانع جدال تھیں اس کی اصلیت یہ ہے کہ خلفاء نے اہلبیت نبوی سے مخالفت
کر کے اصول دین کو تو پہلے ہی کھو دیا تھا نبی کو جلسہ بیہودہ کہا موت میں شک کیا عدل کے
منکر ہوئے امام واجب الاطاعت کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ آئے قرآن کو ٹکڑے کر کے
جلا دیا۔ مگر یہ خیال جاہ و ثروت و توسیع سلطنت اسلام کے شعار ظاہری یعنی فروع دین
مثل تاکید نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و جہاد و تزئین مساجد و تعیین امام جماعت و اخذ صدقات
و جمعہ و جماعت وغیرہ ہا کو بہ شدت کرتے رہے۔ جس سے بہ بہانہ رواج اسلام دم بدم زور
پکڑتے اور بلاد کفار زیر ریاست لاتے رہے اصول مذہب یعنی اقرار وحدانیت و عدل و نبوت

وغیرہ اعتقادی وامر قلبی ہے جس پر سوائے مقلب القلوب کے کوئی آگاہ نہیں ہوتا اور فروع یعنی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ ایسے ہیں جن میں امداد اعضاء و جوارح و درو پیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جنکو عام نگاہیں دیکھ سکتی ہیں۔

اگر خلفاء بہ مثل اصول ترک فروع کرکے کوئی نیا رنگ کھیلتے اور مشرک ظاہری ہو کر مرتد محض بنجاتے تو مخالفت عوام سے کام بگڑ جاتا سلطنت نہ چلتی مگر چونکہ لوگوں کی نظر میں ممتاز ہونا خیال کرکے وہ زہد کا پہلو بائے ہوئے تھے اور جہاد کی آڑ لیکر بہ نظر ترقی سلطنت وسعت اسلام میں کوشاں تھے۔ لہذا اگر حضرت امیرؑ اُن سے اسوقت کوئی جنگی کارروائی کرتے اور اپنے حقوق تلف شدہ کی واپسی میں کوشاں ہوتے تو وبائی ارتداد پھیل کر بنیاد اسلام کو ایسا ڈھیلا کرتی کہ حضرت ایمان مکہ شریف ہی کی گلیوں میں اسطرح غائب غلہ ہو جاتے کہ جیسے بنارس کے کوچوں میں دھوپ کا پتہ نہیں لگتا بلاد بیرون کے لوگ یہ جانتے کہ محمدؐ نے ایک دین ستانہ جاری کرکے اپنی ہوا باندھی چاہی تھی۔ مگر چونکہ یہ معاملہ نہ تھا لہذا مفسدوں میں دھول دھپہ ہو کر دب دیا گیا حضرت امیرؑ نے اسلام پر بڑا احسان کیا کہ اسوقت باتباع وصیت نبوی ذوالفقار پر ہاتھ نہ ڈالا۔ حضرات اہلسنت خلفاء کی فتوحات و توسیعات ملکی سے خوشدل ہوکر بجائے خود غرہ کناں ہوتے ہیں کہ اگر وہ لوگ حق پر نہوتے اور سچے دل سے اسلام کی ہوا خواہی نہ کرتے تھے تو اُن کے وقت میں یہ ترقیات کیوں ہوئیں ایسے خیال کرنیوالے کو سوچنا چاہیے کہ دین اسلام کی تائید مرد فاجر سے متعلق کی گئی ہے چنانچہ بخاری شریف کی جلد پنجم پارہ بستم صفحہ ۲۴۱ حدیث صحیح موجود ہے کہ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر یعنی خدا مدد کرے گا اسلام کی ایسے شخص کے ذریعہ سے جو کہ خود ناہنجار و بدکار ہوگا۔ سبیل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مولفہ محمد بن یوسف شافعی میں ہے کہ خدا اس دین کی تائید اُن سے کرائے گا جو کہ مبدین ہونگے۔ قدرت خدا قابل تماشا ہے کہ اُنھیں لوگوں کی نسلوں سے جنکو خلفاء نے جادۂ اہلبیت سے منحرف ہونے کی تعلیم دی تھی اور عداوت خاندان رسالت پر برانگیختہ کیا تھا

پھوٹ پھوٹ کر محب اہلبیت ہوتے جاتے ہیں اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ خود حضرات خلفاء کی اولاد و احفاد نے رنگ تشیع قبول فرمایا ابتدا میں تمام خلایق سنی تھی اور محب اہلبیت قدر قلیل اب کاغذات مردم شماری پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہندوستان میں لاکھوں شیعہ گورنمنٹ عادل کے زیر سایہ پیر پھیلا کر استراحت فرمائے قالین عافیت ہیں ایران میں جتنے آدمی ہیں سب شیعہ۔ خارجی مثل بیضہ شیطان مفقود ہیں وردس شیعہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے دارالسلطنت روم میں ایک کثیر جماعت شیعہ موجود ہے۔ ترکستان و ہزارا و برما ایمان آل رسول سے معمور نظر آتا ہے۔ ہر وقت کے مصالح جداگانہ ہوتے ہیں۔ کبھی ایک بہادر تلوار سے کام لیتا ہے کبھی وہی مردانہ گردن جھکا کر چلتا ہے۔ دیکھیے سورۂ تحریم میں حکم محکم موجود ہے یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین یعنی اے نبی کفار و اہل نفاق سے جہاد کرو مگر آنحضرت نے سوائے کفار کے منافقین سے جو کہ بہ حیثیت اسلام آپ کے لشکر میں تھے جنگ نہیں کی جن منافقین نے لیلۃ العقبیٰ میں آنحضرت کے قتل کا ارادہ کر کے سرکوہ سے پتھر ڈھلکائے تھے اُن کی نسبت بعض صحابہ اخیار نے حضرت کو رائے دی تھی کہ ان اہل غدر و نفاق کو قتل کر کے اسلامی دنیا کو مفاسد آیندہ سے پاک فرما دیجئے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مجھکو حجاب معلوم ہوتا ہے مخالفین اسلام کہیں گے کہ جن لوگوں کو ساتھ لیکر محمد نے جہاد کیا اسلام پھیلایا اب وہ ہی قتل کئے جانے لگے۔ ان کو بحال خود چھوڑ دیتا ہوں لیلۃ العقبیٰ میں جن لوگوں نے حضرت کی ایذا رسانی کا ارادہ کیا تھا اُن کے نام حذیفہ کو آنحضرت نے بتائے تھے چنانچہ شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں (کہ وہ امین اسرار و صاحب علم المنافقین تھے) حضرات اہل سنت کی کتب ذیل میں یہ واقعہ لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۲۴ و ۴۱۴ احیاء العلوم امام غزالی جلد چہارم صفحہ ۸۸ سیرۃ المحمدیہ صفحہ ۵۶۳ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۶۸۹ و ۶۸۷ تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۱۳۹ سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۲۰۰ شواہد النبوۃ ملا جامی صفحہ (۱۰۸) کہ حضرت عمر بہ روایات اہل سنت حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو ذیل منافقین تمہاری یادداشت

میں پیغمبر صاحب نے نہیں لکھایا ہے حذیفہ نے جواباً عرض کیا کہ میں امین راز ہوں کشاف خلاف امانت ہے لیکن (انت اعلم بفعلک) تم اپنی نفسانی حالت سے بخوبی آگاہ ہو اگر تم روداد آپ شریک جماعت مفسدین ہو کر ارادہ ختم المرسلین ہوئے ہیں تو بے شبہ منافق ہیں بصورت دیگر ہرگز نہیں اسکو مجھ سے نہ پوچھو خود اختیار کرلو حضرت عمر کے قرینہ استفسار اور جناب حذیفہ کے انکار سے نہایت شک پیدا ہوا۔

عقلا غور فرمائیں کہ اگر فی الواقع حضرت عمر شریک جماعت منافقین نہ تھے تو ان کے پیٹ میں یہ کھلبلی کیوں پڑی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت کو جنوا شمار منافقین میں صحیح القول نہ سمجھتے تھے اگر جانتے تو کیوں پوچھتے۔ کیا یہ اعتقاد عمر صاحب نبی ایسے تھے کہ مومن کو منافق بتلا دیں اس پوچھا پاچھی سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ بالضرور ان لوگوں کے سردار تھے جو کہ شب مذکور میں آمادہ آزار سید ابرار ہوئے تھے۔ آزاد دبے لوث کبھی درپے تجسس و تفتیش نہیں ہوتا مجرم البتہ دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ حذیفہ صاحب کا گول جواب دینا اور بھی تشویش دلانیوالا ہے اگر فی الواقع حذیفہ کی یادداشت میں آنحضرت نے جناب عمر کا اسم سامی نہ لکھایا تھا تو وہ صاف کہہ دیتے کہ اے جناب آپکو کیا وہم ہوا حضور نبی کے مصاحب خاص ہیں آپ کی صاحبزادی محل میں داخل ہیں یہ کب ہوسکتا ہے کہ کوئی سسرا داماد کا قتل کرنا یا کرانا چاہے آپ مطمئن رہیں اتنی بات کہنے سے حذیفہ کی امانت پر خیانت کا دھبہ نہ لگ سکتا تھا۔ ہاں اگر کسی ایسے شخص کو اطلاع دی جاتی جسکا نام فرد منافقین میں درج تھا تو الزام افشائے راز قائم ہو سکتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جناب حذیفہ نے ایک برادر مومن کو صاف بات نہ کہنے سے ہمیشہ کیلئے مبتلائے خلجان کیا یہ ہی وجہ تھی کہ بہ اعتبار کیفر کردار انکو اپنی منافقت کا یقین کامل ہوگیا تھا چنانچہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا باللہ یا حذیفۃ انا من المنافقین یعنی خدا کی قسم اے حذیفہ میں از جملہ منافقین ہوں الحاصل اگر جناب رسول منافقوں سے جنگ کرتے تو علی بھی تلوار پر ہاتھ ڈالتے۔ سکوت مرتضوی تابع

کردار مصطفوی ہے آنحضرت بحکم آیہ مامور بہ جہاد تھے مگر بہ مصلحت نہ کیا حضرت امیرؑ حسب روایات مندرجہ
کتب اہل سنت معرضہ بالا ممنوع از جنگ تھے وہ کیونکر کرتے۔ ہاں یہ جگہ معترض گنجایش کلام پیدا کر سکتا
ہے کہ ہر گاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ بحکم آیہ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین
جہاد اہل نفاق پر جو کہ طایفۂ اسلام سے تھے مامور فرمائے گئے تھے اور آپ نے جنگ نہیں کی تو
لازم آیا کہ احکام خدا کی پوری پابندی نہیں کی گئی۔ تعمیل اسیوقت ہوتی جبکہ آپ مثل کفار منافقین
کو بھی داخل دار البوار فرماتے۔ میرے رائے ناقص میں اہل اسلام سے یہ اعتراض پیش کرنیکا کسیکو
منصب نہیں ہے کیونکہ جملہ مسلمان چہ شیعہ و چہ سنی اپنے اپنے عقائد کے موافق اقرار نبوت کرتے
ہیں البتہ منکران نبوت آنحضرت جنکو ہر وقت عدم ختمی مرتبت پر نکتہ چینی کرنے کا خیال رہتا ہے
ایسے پہلو نکال سکتے ہیں سو اُنکا جواب فریقین پر یکساں ہوگا میں نہیں کہہ سکتا کہ منجانب حضرات
سنیہ اسکا جواب کیا دیا جائے گا لیکن شیعہ کی طرف سے خیر عرض کرتا ہے اور غالباً مخاطب اور اُنکے
اہل مذہب کو بھی اس جواب کی شرکت میں کوئی عذر نہوگا تمام مسلمان اُن کے عقاید کے موافق نبی صلعم
اور اُن کی ذریت طاہرہ کی پیدایش ایک نور سے ہوئی ہے اور سب کے سب مجملاً و منفرداً امر اپنے
نبوت میں آنحضرت کے شریک ہیں چنانچہ حسب روایات فریقین آنحضرت نے جناب باری سے ہتجا
کی کہ اے پروردگار اخی موسیٰ کو تو نے ہارون سے قوت دی اور مجکو علیؑ کی وزارت سے توقیت
دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بصلۂ معاونت رسولخدا علی قرآن میں نفس نبی کہے گئے ہمیشہ اسلام وبانی
اسلام کی نصرت میں کوشاں رہے بوقت ہجرت آنحضرت آپ کے فرش خواب پر پیر پھیلا کر سوئے
تمام معارک و مجاہدین سینہ سپر رہے۔ بیر العلم میں نہایت پُر دلی سے خندق کا سمیٹ کر کود پڑے
آنحضرت نے بحق جناب مرتضوی پہلے ارشاد فرما دیا تھا کہ اے علی ہماری جنگ کفار سے تنزیل قرآن
پر ہوگی اور تم مسلمانوں سے اس کی تاویل پر لڑوگے نیز یہ بھی فرما دیا (حربک حربی) یعنی
تمہاری اور میری جنگ ایک ہے۔ پس جن لوگوں سے حضرت امیرؑ نے جنگ کی وہ منافقین امت
تھے علی مرتضیٰ کا لڑنا اہل نفاق سے ایسا ہی تھا جیسا کہ خود نبی کا ہوتا علی نے اہل عذر و نفاق

کو تہ تیغ کرکے نبی کو آیۂ موصوفہ پر عمل کرنیوالا ثابت کرادیا بجگہ مخاطب فرما سکتے ہیں کیونکہ
عائشہ و معاویہ و طلحہ و زبیر و ابو موسیٰ اشعری وغیرہما سے جناب امیرؑ نے جنگ کی
ہے اگر منافق ہیں تو وہ لوگ ہیں خلفاء ثلاثہ کو ملزم بنفاق کیوں کہا جاتا ہے۔ اگر ثلاثہ منافق
ہوتے تو حضرت امیر اُن سے بھی جنگ کرتے چونکہ فیما بین کوئی جنگی کارروائی نہیں ہوئی
لہذا سمجھا گیا کہ وہ بزرگوار ارباب نفاق سے نہ تھے۔ اسکا جواب مفصل و مشرح اوپر عرض کیا
گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے بمصالح چند در چند جناب امیر کو ثلاثہ سے جنگ کرنے کی ممانعت فرمائی تھی
بعد وفات رسول حضرت امیر کا ثلاثہ سے جنگ نہ کرنا اور حضرت عائشہ وغیرہ سے لڑنا اسبات کا
ثابت کرنے والا نہیں ہے کہ جن سے حضرت امیر لڑے وہ ہی منافق تھے اور جن کے مقابلہ
میں آپ نے سکوت فرمایا وہ صفات منافقین سے موصوف نہ تھے جناب امیر کے حالات بالکل
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے معاملات سے وابستہ ہیں جو واقعات کہ حضور انور سے
پیش آئے وہ ہی حضرت علی سے روبکار ہوئے آنحضرت نے ۲۳ سال تک نبوت کی ابتدائی
دس سالوں میں جبکہ یار و انصار نہ تھے اپنی نبوت کا اعلان کرکے زبانی مواعظ سے
کفار کا مقابلہ کیا اور جبکہ قوت بہم پہنچگئی اور سر فروش و جاں نثار داخل اسلام ہوگئے تو
پچھلے ۱۳ سالوں میں گرم پیکار ہوئے یہ ہی حال اُن کے نفس ناطقہ حضرت امیر کا ہے بوجہ
قلت اعوان حسب وصیت رسول آپ نے ابتدائے زمانہ میں ثلاثہ سے جنگ نہ کی اور اپنی حقیت
کا حسب اقتضائے وقت اعلان کرتے رہے اور اُن لوگوں کو اپنے اوضاع و اطوار طرز
عمل سے باور کرایا کہ میں تمکو جھوٹا اور دغاباز و خائن و آثم جانتا ہوں۔ مقدمہ خلافت
میں حضرت اول سے خوب بحث کرکے اپنا ذیحق ہونا ثابت کیا معاملۂ ہبۂ فدک میں بہ
طرفداری سیدہ گواہی دی نزاع وراثت میں بہ ثبوت ترکۂ انبیاء قرآن سے احتجاج کیا
جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک زبانی دوم سنانی۔ عائشہ و معاویہ سے جب جناب امیر علیہ السلام
لڑے تھے اسوقت بوجہ تعلقات خلافت ظاہری اُن کے پاس فوج کثیر تھی میدان جنگ

قوی اور تعلیم یافتہ سپاہ لا سکتے تھے جیسا کہ لائے ملاثہ کے زمانہ میں چونکہ آپ کا کوئی مددگار نہ تھا اور محض بے یار و مددگار تھے نیز وصیت صبر و شکیبائی مزید برآں تھی لہذا اپنے مخالفوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو کہ بلقیس بادشاہ کو باغی لوگوں سے کرنا چاہیے تھا۔ جس گروہ سے ابتدائے نبوت میں نبی صلعم نے بوجہ عدم موجودگی انصار جہاد زبانی کیا اگر وہ کافر تسلیم نہ کیے جائیں تو یہ لوگ بھی منافق نہ کہے جائیں گے جن سے حضرت علی نے جنگ نہیں کی یہ نہیں ہو سکتا کہ جس گروہ سے نبی زبانی مخاصمہ کریں وہ کافر ہوں اور علی کے مدمقابل مومن مان لیے جائیں حضرات اہل سنت کا یہ صرف دھوکا ہے کہ علی شیر خدا اور غالب من کل غالب تھے وہ ہر طرح کی قدرت رکھتے تھے میں عرض کرتا ہوں کہ علی کو جیقدر مدارج عالی ہے اور یداللہ و شیر خدا کہلائے وہ سب بطفیل آنحضرت اندر نصورت نبی علی سے ہر صفت میں اعلی و اکمل تھے وہ ابتدائے نبوت میں کیوں ایسے مغلوب کفار ہوئے کہ سر پاک پر آب نجس ڈالا گیا گندہ چیزوں کے ٹوکرے پھینکے گئے ۔ گھر سے بے گھر ہوتے غار تنگ و تار میں پوشیدہ ہوئے مدت تک دکم دیکم ا کہا کئے اس سے بالاتر عرض کرتا ہوں خدا نے ایسے لوگ ہی کیوں پیدا کیے جنہوں نے وجود خلق سے انکار کرکے اپنے خدا ہونیکا دعویٰ کیا اور ہزار طرح کی تمردی و سرکشی کی ۔ اصلیت یہ ہے کہ خدا نے دنیا کو دار امتحان بنایا ہے اور بواسطہ اولیا و انبیا و عقول صحیحہ ہر نیک و بد بات کو واضح فرمادیا ہے تاکہ حجت خداوندی ختم ہو جائے اور بروقت بازپرس کیکو چون و چرا کرنیکا موقع نہ ہے ۔ علی ہذا حضرت امیر پر یہ الزام قایم نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے بہ امداد قوت خدا داد منافقوں اور بدکاروں کو صفحہ ہستی سے کیوں نہ مٹا دیا ۔ مخاطب منصفانہ توجہ فرمائیں جبکہ آفتاب رسالت غروب ہو کر ملک عرب نمونہ ظلمات بنا تھا اسوقت مسلمانوں کی ایمانی حالت کیا تھی اُسکا اندازہ صرف ان دو باتوں سے کر لیجیے بوقت ترتیب لشکر اسامہ صحابہ نے جنگ پر جانے سے باہر قدم نہ نکالا جسپر آنحضرت کو حسب اندراج ملل و نحل لعن اللہ کہنا پڑا ہدایت امت کے لئے جو آنحضرت کاغذ لکھنا چاہتے تھے اسکو نہ لکھنے دیا بلکہ اُن کو ہذیان

کو کہا نماز جنازہ نہ پڑھی میت کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا اگر اُسوقت حضرت امیر آمادۂ قتال ہوتے تو اسلام کا انتظام ظاہری بگڑ جاتا ایسے مسلمانوں کا دین سے پھر جانا کیا بڑی بات تھا۔ تھوڑا سا بہانہ اُن کو کفرستان کی سیر کرا دیتا کتاب مغازی میں لکھا ہے کہ جب بروقت شوریٰ جو کہ بحکم جناب عمر اُن کی وفات کے بعد کیا گیا تھا حضرت امیر سے درباب خلافت گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ہر وقت مستحق خلافت تھا اگر رحمۃ للعالمین کی وصیت اور خوف برہمی اسلام نہوتا تو لوگ معلوم کر لیتے کہ ابو قحافہ کیونکر حکمران ہوتا میں نے صبر کیا اور اب بھی یہی راہ اختیار کرتا ہوں اور یہی طریقہ میرے لئے اعلیٰ و افضل ہے دیکھو کتاب حدیث طیر تولفہ جناب مولانا مولوی حامد حسین صاحب مرحوم اخطب خوارزم نے کتاب مناقب میں لکھا ہے۔

عن جابر بن ابی ثعلبۃ قال سمعت علیّا یقول بایع الناس ابابکر و انا واللّٰہ اولی بالامر منہم واحق بہ منہم فسمعت واطعت مخافتہ ان یرجع القوم کفرا یضرب بالسیف رقاب بعضہم ثم بایع ابو بکر عمر و انا اولی بالامر منہم فسمعت واطعت مخافتہ ان یرجع الناس کفرا جابر بن ابی ثعلبہ کہتے ہیں کہ میں نے علی کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے جبکہ لوگوں نے ابو بکر سے بیعت کی تو میں اولیٰ واحق والیق تھا امامت کے لئے لیکن میں نے محض اس خیال سے اُن کی سماعت اور اطاعت اختیار کی کہ مبادا عرب کافر ہو کر ایک دوسرے سے جنگ و قتال نکریں بعد ازاں ابو بکر نے عمر کو متولی کیا حالانکہ اس عہدہ جلیلہ کا میں ہی مستحق تھا مگر پھر میں نے اس خوف سے راہ اطاعت اختیار کی کہ مخالفت کرنے سے عرب اپنے کفر قدیم پر لوٹ جائیں گے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں حضرت امیر کا ایک قول نقل کیا ہے اسکا اردو میں مطلب بیان کرتا ہوں حضرت علی نے فرمایا جبکہ سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تو قریش نے اپنی خود رائی سے ہمپر مبادرت کی اور ہمارے حقوق کو لے لیا میں کہ ہم ہر عنوان سے مستحق تھے پس ہم نے صبر و شکیبائی سے کام لیا کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو عرب میں خونریزی ہو جاتی لوگ تازہ مسلمان تھے اسوقت اسلام کی

یہ کیفیت تھی کہ جیسا شیرہ میں مسکہ ہوتا ہے جو کہ ادنیٰ فساد سے فاسد اور تھوڑی ٹھوک ٹکان سے کاسد ہو جاتا ہے وہ لوگ متولی امر اسلام ہو گئے جنھوں نے اپنے کام میں کوشش کا کوئی درجہ اُٹھا نہیں رکھا ۔ غرضکہ حضرت امیرؑ کا ثلاثہ سے مثل معاویہ و عایشہ وغیرہ جنگ نہ کرنا اُن صاحبوں کے مستحق بہ خلافت ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ حضرت امیرؑ کی اسمیں انتہائی تعریف ہوتی ہے کہ آپنے با ایں صولت و شوکت محض بدرد اسلام پابند وصیت نبوی ہوکر ذوالفقار کو ہاتھ نہ لگایا خلفاء کے وقت میں جو فتوحات ہوئی ہیں اور ممالک غیر میں گوشت خور مسلمان پیدا ہو کر دامن اسلام پر بدنما دھبہ لگانے والے ہوئے ہیں اس سے اکثر لوگوں کو ثلاثہ کے ذیحق ہونیکا واہمہ بلکہ یقین ہو گیا ہے ۔

بنا برآں اُنکی نسبت عرض کیا جاتا ہے کہ یہ انتظام قدرت ہے کہ مشکوک الایمان لوگوں سے خدا نے اہل ایمان کی نگہبانی کرائی تاریخ دنیا پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اکثر بدوں کی گود میں نیکوں نے پرورش پائی ہے ۔ فرعون سے جناب موسیٰؑ کی نگہبانی کرائی ۔ یزید کے نطفہ سے معاویہ بن یزید پیدا ہوا جسنے حکومت اسلام کو حق آل محمد سمجھ کر اپنا غاصبانہ قبضہ اُٹھا لیا ۔ ابوبکر صاحب سے محمد پیدا ہوئے جنھوں نے غایت اختصاص سے حسنین ثالث کا خطاب پایا ۔ عالمگیر سے نعمت خان عالی نے عز و وقار پایا تھا جس کی وجہ سے سیکڑوں آدمی شیعہ ہو گئے بقول صاحب تاریخ فرشتہ حاجی محمد خارجی برہان شاہ والی احمد آباد کی خدمت میں شاہ طاہر کو لایا جنھوں نے پہلے پہل ملک ہندوستان میں مشعل دین روشن کی ۔ والیان رامپور اکثر مومن پاک گذرے ہیں مگر بعض مصالح سے اظہار عقائد نہ کر سکتے تھے اُنہی گھر میں خدا نے وہ دُرِّ یگانہ پیدا کیا کہ جسنے باپ دادا کے نام روشن کرکے اُس جگہ کہ جہاں آئمہ کا نام لینا جرم تھا اشہد ان امیر المومنین کے نعرہ سے خوارج کے دلوں کو پاش کر دیا اسی طرح ایمان حقیقی بذیل اسلام عرفی ان لوگوں کے زمانہ میں بچا رہا فرق اتنا ہوا کہ عام خلایق صاحب ایمان نبوی اور اسلام مختلف حصوں پر تقسیم ہو کر کمزور ہو گیا اگر سارے آدمی مومن ہو جاتے تو ایمان کا وقار نہ رہتا کیونکہ ہر چیز کی عزت اُنکی ضد سے ہے ایمان کا وقار بے ایمانی کے مقابلہ میں ہی

مذاقاً یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر سب مومن ہو جاتے تو شاید بہشت میں شدت کشمکش سے ایسا ہی گھما
کہ جیسے بڑے اسٹیشنوں میں ٹکٹ لیتے ہوئے فشار ہوا کرتا ہے آنحضرت بھی خبر دیگئے تھے کہ بحملہ تہتر
فرقہائے اسلام کے ایک ہی ناجی ہوگا قرآن میں بھی وقلیل من عبادی الشکور آیا ہے
اگر اول ہی اول لڑائی جھگڑا ہو کر اسلام کا خاتمہ ہو جاتا تو آج ہم کیونکر یہ بات سنتے کہ گشن گنج
ضلع پورنیہ میں۔ چارسو دس آدمی مطلع اہلبیت ہوئے۔ پنجاب ضلع گجرات میں ۲۵ گھر قوم اور انکے
معذن و مرد خارجی سے شیعہ ہوئے۔ شیخ احمد صاحب دیوبندی مؤلف انوار الہدیٰ و شیخ حبیب احمد
سہارنپوری و کلو خان رئیس موضع ہرپال ضلع سہارنپور و شیخ محمد یعقوب بجنوری و احمد خانصاحب الٰہ آبادی
رئیس پرہ ضلع بلندشہر وغیرہ وغیرہ نے دین اہلبیت مضبوط ہو کر پکڑا۔ قصہ کوتاہ ثلاثہ سے حضرت
امیر کا جنگ کرنا عین حمایت دین تھی۔ عائشہ و معاویہ سے جواب معرکہ آرا ہوئے تھے اس
کی وجہ یہ تھی کہ ان اوقات میں آپ مامور بحرب تھے کیونکہ باتفاق سنی و شیعہ
حضرت امیر کو رسالت مآب نے ناکثین و مارقین و قاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ صفات
بالا کے حامل طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ و خوارج تھے۔ نیز خلفاء ثلاثہ و معاویہ وغیرہ کو باعتبار
زمانہ و وقت بہت بڑا فرق تھا جس وقت کہ خلیفہ اول متمکن سریر خلافت ہوئے تھے وہ وقت اسلام
کے بچپنے کا تھا آنحضرت کے وقت میں پیدا ہو کر گھٹنوں چلنے لگا۔ معاویہ و عائشہ کے وقت میں پورا
زور پکڑ گیا تھا اکثر ممالک میں اسلام شائع ہو چکا تھا بعض لوگوں کی دو دو پشتیں حالت اسلام میں گذر
گئیں بعض لوگ رسومات اسلام کے خوگر ہو گئے تھے بوجہ امتداد زمانہ اس وقت خوف ارتداد نہ تھا
عہد خلیفہ اول میں بڑا قوی احتمال تھا کہ جنگ ہونے سے وبائی ارتداد پھیل کر پامال کن کشت اسلام
ہو جائے گی حضرت امیر کے چند اقوال اوپر دکھا چکا ہوں جنمیں آپنے بالفاظ صاف و صریح فرمایا ہے
کہ اگر مجھکو کفر کے لوٹنے کا خطرہ نہ ہوتا تو ابوبکر صاحب کا دماغ بوئے حکومت سونگھنے سے معطل رہتا
مناسب موقع سمجھ کر کتاب نہج البلاغہ سے جناب امیر کے بعض کلمات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جن کے دیکھنے
سے مخاطب پر واضح ہو جائے گا کہ جنگ نہ کرنے میں حضرت امیر کے کیا کیا مصالح تھے آپ فرماتے ہیں

و جبکہ آنحضرت نے وفات پائی تو لوگوں نے امر امامت میں نزاع کیا بخدا مجکو کبھی یہ خیال نہوا تھا کہ عرب بعد رسول اُنکے اہلبیت کو امامت سے مہجور و دور کریں گے۔ لیکن مجکو نہایت تعجب ہوا کہ فلاں شخص (ابوبکر) پر ہجوم عوام ہو گیا میں نے اپنا دست ہمت کھینچ لیا اور مدت مدید تک جمیع امور سے اعراض کیا تا اینکہ خلایق نے انحراف اختیار کرکے فتنہ و فساد برپا کر دیا اسوقت مجکو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اسلامی امور کی مداخلت و مشاورت و نصرت و امداد و ہدایت چھوڑ دوں تو رخنہ عظیم اسلام میں پیدا ہو جائے گا۔ جس سے بنیاد اسلام کا انہدام اور دین محمدی کا انعدام لازم آئے گا میرے نزدیک یہ مصیبت سخت تر تھی فوت خلافت اور فقدان حکومت کے چھوٹ جانے سے پس میں نے نگاہ حسرت و یاس دیکھا تو کسیکو غمخوار و مونس نہ پایا۔ بجز چند اہلبیت کے میں نے گوارا نہ کیا کہ وہ معرکہ جدال میں قتل ہو جائیں اور نسل ہاشم سے دنیا خالی نظر آنے لگے اسی کتاب کے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں فاذا لیس لی معین الا اہلبیت فضننت بہم من الموت میرا سوائے اہلبیت کے کوئی معین نہ تھا لیکن میں نے اُنکو موت کے پنجے سے بچایا مطلب یہ کہ اگر میں تلوار پکڑ کر اُٹھ کھڑا ہوتا تو سوائے اہلبیت میرا کوئی معاون نہ تھا چونکہ اطراف جم غفیر تھی نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ سب بوجہ قلت نوالہ خنجر و شمشیر ہو جاتے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جناب امیر کا محکوم و مغلوب امت ہونا کوئی ایسا عجیب و نادر روزگار معاملہ نہیں جس کی نظیر دنیا میں نہو بڑے بڑے انبیاء اولوالعزم کو ایسے حوادث پیش آئے ہیں چنانچہ جناب نوح علیہ السلام نے کفار نابکار و اشرار ناہنجار سے تنگ آکر فرمایا۔ رب انی مغلوب فانتصر یعنی خدایا مجکو ارباب شقاوت نے مغلوب کر دیا پس تو اپنی رحمت واسعہ سے میری مدد کر تا شر در معاندین سے نجات حاصل کروں جبکہ ایسا نبی جس نے نوسو اور بقولے گیارہ سو برس تک دنیا میں زندگانی کی اور جبکہ تمام مخلوقات الٰہی انسان و حیوان کا آدم تھا زمانہ دراز تک مغلوب تمام و کفار نافرجام رہا تو حضرت امیر کے باب میں کیا استبعاد لازم آتا ہے جناب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کفار سے فرمایا و اعتزلکم و ما تدعون من دون اللہ یعنی تم سے اور تمہارے دین سے

کنارہ کشی و گوشہ نشینی اختیار کی حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا ہے لو ان لی قوۃ اگر مجکو قوت
مدافعت کفار ہوتی تو سب کو غارت اور برباد کر دیتا جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے ففرت
منکم لما خفتکم یعنی میں نے غلبہ کفار سے فرار اختیار کیا مطلب یہ کہ بحدے تنگ ولاچاری واقع
ہوئی کہ بالآخر عزلت گزین ہونا پڑا۔ حضرت ہارون نے قوم موسیٰ سے تنگ آکر حضرت موسیٰ سے
عرض کیا یا بن ام ان القوم استضعفونی وکادو یقتلونی اے بھائی اس قوم جفا کار نے
مجکو مجبور و ناچار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دار پر کھینچ دیا۔ صدہا انبیا کو
ناحق شہید کر ڈالا۔ پس اگر علی مرتضیٰ سے بھی قوم نے کجروی کی تو کوئی امر جدید و تعجب خیز نہیں معلوم ہوتا
تمام عرب حضرت امیر سے برگشتہ تھا۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں
از امام شافعی پرسیدند کہ علت نفرت خلایق و عدم اجتماع ایشاں بہ حضرت مرتضیٰ چہ باشد گفت
آنکہ وے در اظہار حق بروے کسے نمی دید و از ہیچ احدے مبالاتے نداشت و مداہنت نمی کرد
زیرا کہ وے زاہد بود و زاہد را بہ دنیا مبالاتے نباشد و عالم بود و عالم را مداہنت نہ بود
شجاع بود و شجاع را ترس از کسے نبود و شریف بود و شریف را پرواے کس نباشد، علاوہ
بریں شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے صفحہ (۵۷) پر لکھتے ہیں و بالجملہ آنچہ بر حضرت مرتضوی
بعد وفات آنحضرت صلعم گذشت تا آخر عمر بہ آں وقائع آنحضرت صلعم اخبار فرمودہ بود و با وصول
آں حوادث مطلع ساختہ) پس جناب امیر سے جو امور وقوع میں آئے وہ سب حسب ہدایت پیغمبر تھے
معاملات مرتضوی پر سرسری نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے جمیع امور میں نبی صلعم کی پیروی
و تاسی کی جو جو واقعات آنحضرت کو پیش آئے وہی اُن سے روبکار ہوئے بطور نمونہ چند باتیں
دکھلاتا ہوں۔ رسول مقبول غار میں گئے علی نے گوشہ تنہائی قبول کیا۔ آنحضرت نے مکہ سے
مدینہ میں سکونت اختیار کی نائب نے مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو دار الامارہ بنایا۔ حضرت کا مکان
مسکونہ بجبر و قہر مکہ میں کیا گیا جسکو بعد غلبہ آپ نے زیر قبضہ نہ کیا۔ علی سے فدک چھینا گیا ابتدائے
نبوت میں نبی نے دلکم دینکم فرمایا علی نے بھی صلح و آشتی سے کام لیا۔ پیغمبر نے نبوت سے دس سال

بعد افتتاح باب جہاد کیا اسی طرح حضرت امیرؑ نے بہ فحوائے ارشاد آنحضرت یا علی انک تقاتل
بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین تلوار کو ہاتھ لگایا جس طرح حنین میں نبی کو ناکامی ہی
اسی طرح علی کو صفین میں۔ نبی بروز فتح مکہ مظفر و منصور ہوئے۔ علی جمل میں غالب آئے حدیبیہ میں جناب
رسولخداؐ نے اپنے نام سے انفکاک لفظ نبوت کیا۔ علیؑ نے بہ مقابلہ معاویہ خلیفہ رسول کو قلمزن
فرمایا ہے نبی کا کاتب وحی عبد اللہ بن ابی سرح تھا جو کہ بالآخر مرتد ہوا۔ علیکا در باب خلافت
ابو موسئے اشعری پنچ ہوا جس نے آپ کو خلافت سے معزول کرکے اپنا عقیدہ ظاہر کردیا چونکہ
جناب مخاطب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے از بس حسن عقیدت ہے اور حضرت پیران
پیر غوث الاعظم و قطب عالم نے غنیۃ الطالبین میں اُن کی بیش از بیش تعریف کی ہے اور خلفاء
صالحین وصدیقین میں اُن کا شمار کیا ہے۔ لہذا اُن کے دو خط پیش کرتا ہوں جن کے معائنہ سے
واضح ہوجائے گا کہ بہ اعتقاد جناب موصوف حضرت امیر علیہ السلام شیخین کے ساتھ کیا کیا مراسم
رکھتے تھے۔

حضرت معاویہ کا پہلا خط بنام حضرت امیرؑ جس کو ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے

فان الحسد عشرۃ اجزاء تسعۃ منہا فیک وواحد منہا فی سائر الناس
وذالک انہ لم یل امور ہذہ الامۃ احد بعد النبی الا ولکلہم حسدت وعلی کلہم تقدیت
وعرفنا ذالک منک فی النظر شزرو فی قولک الہجر وتنفسک الصعداء والابطاء عن الخلفاء
حضرت معاویہ لکھتے ہیں کہ اے ابو الحسن اگر حسد کے دس حصہ کئے ہیں تو نو حصہ تنہا تمہاری ذات میں
ہیں اور ایک حصہ میں تمام عالم ہے کیونکہ بعد نبی جو شخص متولی امر اسلام ہوا تو اس سے براہ حسد و عناد
پیش آئے اور ہمیشہ برسر پرخاش رہے میں خوب جانتا ہوں کہ تم انکو ترچھی اور تند نگاہوں سے
دیکھتے تھے اور الفاظ ناسزا سے یاد کرتے تھے۔

دوسرا خط

تحمل فصیلا بعثیک لیلا علی حمار و بیدک منی بیدی ابنیک الحسن و الحسین یوم بویع ابی بکر فلم تدع احدا من اھل البدر والسوابق الا دعوتہم الی نفسک ومشیت الیہم بامرأتک وادلیت الیہم بابنیک واستفزتہم علی صاحب رسول اللہ فلم یجبک منہم الا اربعۃ او خمسۃ ولعمری لو کنت محقا لاجابوک ولکنک ادعیت باطلا ولا انسی قولک لابی سفیان لما حرکک وہمک لو وجدت اربعین ذوی عزم لناھضت القوم جس روز ابوبکر کی بیعت واقع ہوئی اسی شب تم اپنی زوجہ کو سوار کر کے لے گئے اور دونوں طرف حسنین کا ہاتھ میں ہاتھ لیا اہل بدر سابقین سے کوئی ایسا نہ تھا جس سے تم نے مدد نہ چاہی ہو اور اپنی بی بی اور فرزندوں کے ذریعہ سے امداد خواہ ہوئے ہو۔ لیکن سوائے چار پانچ شخصوں کے کسی نے قبول نہ کیا قسم مجکو اپنی جان کی اگر تم ذی حق ہوتے تو سب قبول کر لیتے لیکن تم نے دعوے باطل کیا مجکو آپ کی وہ بات نہیں بھولی جبکہ ابوسفیان کی تحریک جنگ پر تم نے کہا تھا کہ اگر چالیس آدمی ہم پہنچ جائیں تو میں مقابلے کو تیار ہوں۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین کے صفحہ ۱۹۱ پر لکھتے ہیں (باید دانست کہ حضرت مرتضیٰ لا محالہ نصیب اوفی داشت از زہد واخبار زہد وے بسیار صحیح شد در رجحان او بر بسیارے از صحابہ نیز متحقق است اما بہ نسبت شیخین محل تامل است زیرا کہ بے رغبتی بدنیا اعظم آن بے رغبتی است در خلافت وایں معنی در صدیق وفاروق بوجہ اتم ظاہر شد) قال ابوبکر واللہ ما طلبتہا فی اللیل والنہار یعنی نہ طلب کردم اورا نہ بروز ونہ بشب بخلاف مرتضیٰ کہ سعی ہا در طلب انشائے خلافت واستمرار آں بکار برد۔ نتیجۂ کلام ولی اللہ صاحب یہ ہوا کہ علی مرتضیٰ کا زہد بہ نسبت دیگر صحابہ کے بڑھا ہوا تھا۔ مگر بمقابلہ شیخین ان کے زہد کی کوئی حقیقت و وقعت نہ تھی۔ اس لئے کہ علیؑ نے درباب طلب خلافت بہت کچھ سعی کی۔ مگر کارگر نہوئی۔ اور شیخین دنیا سے ایسے آزاد و بے تعلق تھے کہ درباب حصول خلافت کچھ تگ و دو نکی۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔ علیؑ اگر اپنے منصب کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کریں تو دنیا طلب کہلا کر زہد و اتقا میں شیخین سے گھٹے ہوئے رہیں اور خلفائے کو بے حق وکفن

چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار سے دست و پنجہ ہوں۔ مگر بے طمع کہلائیں۔ بہر حال اکابر اہلسنت کے بیان سے بوجوہ کامل ظاہر ہو گیا کہ سوائے جنگ و جدال حضرت علی نے ہر طرح سے حصول حکومت میں کوشش کی۔ غالباً جناب مخاطب تمام واقعات مندرجہ بالا پر نظر کر کے بجائے خود انصاف فرمائیں گے کہ حضرت امیر شیخین کو خلیفہ جائز نہ جانتے تھے بلکہ اپنی خلافت کے وسایل کی بہم رسانی میں ہر عنوان سے کوشاں تھے اور صف آرائی و معرکہ پیرائی کرنے سے بوجوہ بالا معذور تھے نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ مخاطب کے سوالات ہشت گانہ کا ایسا معقول جواب دیا گیا ہے کہ جس کو دیکھ کر صرف وہی نہیں بلکہ دیگر اہل سنت بھی مسلک صحیح پر چلنے کے لئے بحکم انصاف مجبور ہو جائیں گے۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل
نعم المولیٰ و نعم النصیر

تمام شد